

تفسیر

عہد نو کے ممتاز مشاہیر اور نمائندہ شعراء کا انتخاب

ترتیب کار

حیات وارثی اور سعید اختر

ناشر آل انڈیا ہندی اردو سنگم لکھنؤ ۳



امام احمد رضا دہلوی صاحب دہلی سیدنا محمد علی شاہ قاسمی مدظلہ العالی

حضرت سید عبد السلام
عرف ہیں بالکا رحمۃ
اللہ علیہ کی جانب سے
کتب وارثہ کی یہ
میں میں گاؤں کی کی جو
کہ ایک سلفہ ہوش
گزرتے میں ایسے وقت کے
کامل ترین عالم یا عمل
ولی فطرت جو داخل
سلسلہ حضرت عبداللہ
شاہ شہید رحمۃ اللہ
علیہ سے ہیں لیکن استاد
صدر کراچی میں لی کا
مزار ہے

یہ کام وارث پاک غلام
نواز عظیم اللہ دگرہ کے
حکم پر کیا گیا اس کام کو
کون وارث ہیں جلب
منسوب کر کے نویں
حکم مرشد کا ارتکاب نا
کرت اگر کون بھی
شخص یہ کہے کہ اس
سے ہی دی ایف ہائی نو
مل لیجیے گا کہ یہ
جھوٹ بول ہے غلام کا
کام غلامی کرنا ہے بھی
مرشد کے حکم کی
تعصیل کرنا ہے نا کہ
تعریف اور واہ ولی وصول
کرنا

برائے میرانی سب
وارثوں پر حکم مرشد کی
شیاع لازم ہے جھوٹ
بولے اور واہ ولی سے پر
بیزگرمی شکریہ



تعلیق

عہدِ نو کے ممتاز مشائیر اور نمائندہ شعراء کا انتخاب

”تذکرہ“

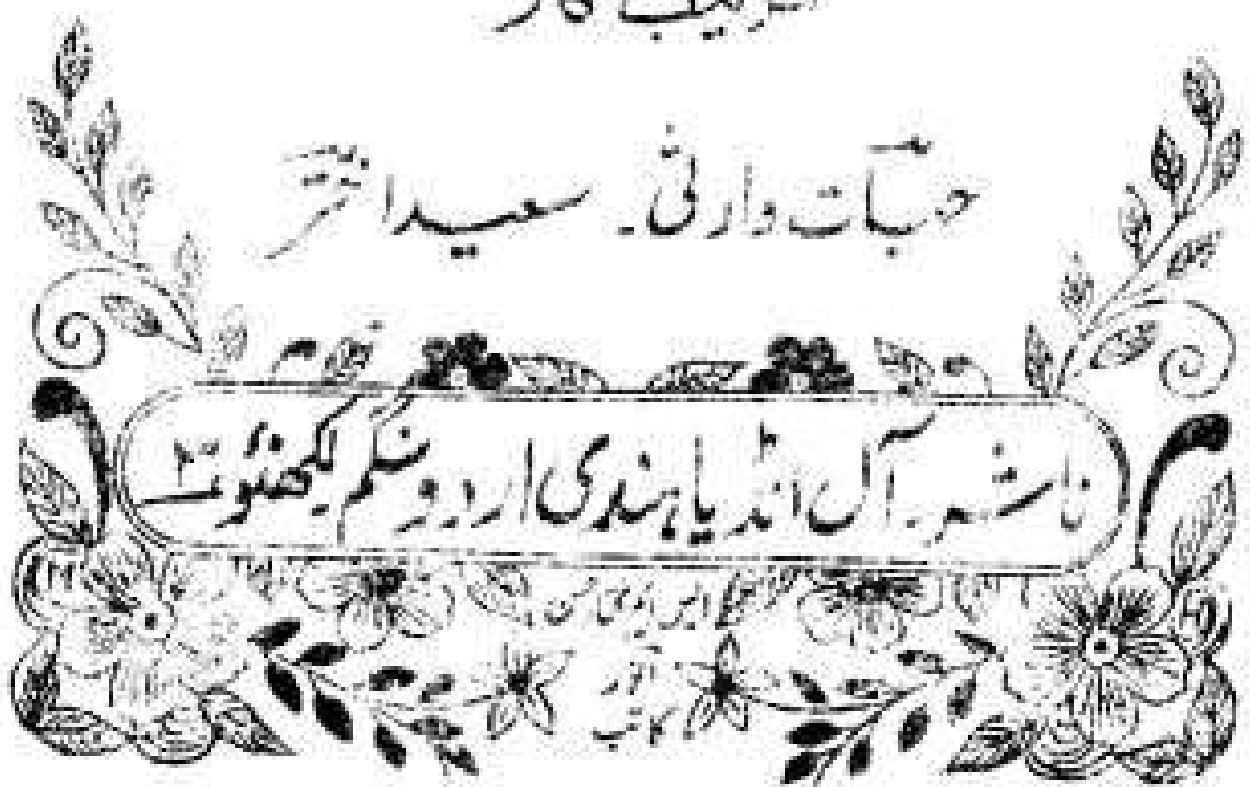
حیاتِ دانش سید اختر

”ناشر: اکس اینڈ پابندی اردو سائنس کتب خانہ“



ترتیب کار

حیات وارفی سعید اختر



جسٹ ذ حقوق بحق ادارہ محفوظ

ناشر آل انڈیا ہندی اردو سنگم ۳

اشاعت اول - ایک ہزار صفحات ۹۶

قیمت (ایک روپیہ پچاس پیسہ)

پرنٹر لٹریچر پبلیشنگ و کٹور میا اسٹریٹ لاہور

مکتبہ

دور نام سنگم پتہ ۳

آل انڈیا ہندی اردو سنگم، باغ بازار، لاہور

مکتبہ دین و ادب، کپا احاطہ، لاہور

سید اختر، گروشناد سٹریٹ، لاہور

مسلمان، احمدی، مبارک منزل، امر پورہ، ادیبین (مدنیہ پورہ)

گھانن فریدی، راجہ ٹک پورہ (لاہور)

کلبیہ، سہاروی، ۱۱/۱۱، سیکٹر ۱۵، راولپنڈی

غمان نیازی، اردو کے معنی، ۱۱/۱۱، سیکٹر ۱۵، راولپنڈی

دانش ملیک، جادو اسٹوڈیو، (مدنیہ پورہ)

انشارات

(ڈاکٹر) شجاعت علی سندیلوی
(شعبہ اردو، کنھڑیہ میونسٹی)

غزل نے اردو شاعری کی آبرورکھی تاہم رکھی اور اس کو مدد دی اور دلکشی عطا کر کے محبوب و محبوبہ بنایا۔ انہوں نے اندر رسار سے جہان کا درد بھی ہے اور انسان کے دل کی عزتیں بھی۔ اس کے اندر آپ جتنی بھی باتیں جاتی ہیں اور جنگ بیتی بھی۔ اس میں حسن و حسن کی داستان محبت بھی ہے اور فلسفہ و تصوف کے مسائل بھی۔ اس میں عزت و امتیاز ہے۔ مگر ہر دے میں تفسیر حیات بھی کی ہے اور تنقید حیات بھی۔ اس کی یہ فطرت ہے کہ شاہد و شہینہ کی گفتگو، بارہ و ساغر کے نام سے کرے۔ جو سفرات اس کے مزاج اور اس کی فطرت کے درمیان میں نہیں تھے انہوں نے اس کی مخالفت کے شدید طوفان اٹھائے اس کو بہ نام اور سوا کرنے کی بات اور اور مغنم جہد و جہد کی۔ لیکن جتنی زیادہ مخالفت کی گئی غزل اسی قدر مقبول اور محبوب بنی گئی۔

نہ کچھ شریخی چلی باد صبا کی

بگڑنے میں بھی زلفت اس کی بنا کی

طوفانوں کی لذت آندھنیوں میں بھی شمع غزل مدد نہیں رہی اور نہ تو اس کے دلوں کو گرمی اور دلکشی عطا کرتی رہی۔

سائنس اور مادہ پرستی کے اس دور میں بھی یہ شرف بھی عرف غزل ہی کو حاصل ہے کہ وہ سب کے دلوں کی دھڑکن بنی ہوئی ہے۔ اور اس کی ترقی میں روز بروز اضافہ ہو گا جادہ ہے۔ اس کے فنکار اس کی مقبولیت کو قائم رکھنے اور

افراد کئے کی مسلسل کوشش کر رہے ہیں۔ نقیب سحر اسی ایک کوشش کا نتیجہ ہے۔
 حیات اور فانی، سب آخر خود اپنے غزل گو ہیں اور غزل کے لیے سوار رہنے میں
 برابر لگے رہتے ہیں۔ انہوں نے غزل کا عہد حاضر کے ممتاز اور مشہور شعرا کے ساتھ ساتھ
 نئے اور کم مشہور شعرا کی غزلوں کو بھی اس مجموعہ میں شامل کر کے مفید خدمت
 انجام دی ہے۔ اس سے موجودہ دور کی اردو غزل کا مزاج سمجھنے میں مدد ملے گی۔
 اس مجموعہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اندر شاعر نے خود اپنی غزلوں کا
 انتخاب کیا ہے ظاہر ہے کہ اس کی نظر میں پسندیدہ غزل اسی سبب سے بہتر غزل ہوگی
 اس سے اس کے کلام کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ مرتبہ قرآن کے طور پر چند
 سطریں بھی ہر شاعر کے لئے لکھ دی ہیں۔

یہ دونوں باتیں غزل کے شہدایوں کے لئے بہت مفید ہیں۔ یہ نوٹ رکھنا
 ضروری ہے کہ نقیب سحر حقیقت میں نقیب غزل نامیات ہونگے اور ہر ایک کو
 یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ

”نقیب سحر نقیب غزل“

شبیخات علی سندھوی

۳۱ مارچ ۱۹۵۵ء

عزیز

(ڈاکٹر) ملک زادہ منظور احمد
(گورکھپور یونیورسٹی)

میں ذاتی طور پر ان لوگوں کا ہمنوا اور ہم خیال ہوں جو دیگر انسان سخن کی
اہمیت کو کم کئے بغیر غزل کو لہرہ شاعری کی آبرو دیتے ہیں اور اس بات پر یقین و اعتماد
رکھتے ہیں کہ موجودہ عہد کی تیز رفتار زندگی انہیں جبراً نہ ہوگی کہ یہ اپنے نئی دائرہ میں
محدود رہ کر آئینہ دکھائی سکتا ہے۔ وہ لوگ جو اسے محض رموز و لہری کی ترجمانی سمجھتے وہ
رکھتے ہیں اور محنت کا رد و بار شوق کی نزلوں تک اس کی اہمیت کے قائل ہیں انکی وضاحت
کا احترام ضرور کیا جاسکتا ہے۔ سگران کے عقیدہ پر ایمان نہیں لایا جاسکتا۔ شعر خانہ کی غزل
نہ تو بندش اتفاق کے لگنے جڑنے کا نام ہے اور نہ رجز ساز کی وہ دکان ہے جہاں
کار یگران شعر بے جان مجسموں کے لئے خوب صورت لباس تیار کیا کرتے ہیں یہ فردوس
کے اس حسین امتزاج کا نام ہے جو ہمارے دل کے ساتھ ساتھ ہمارے دماغ کو بھی
متاثر کرتا ہے۔ اس کے پاس رموز و علامت کے ایسے فلسفی چرائے ہیں جن کی روشنی
سنا دلوں کی حدود و فضاؤں سے نکلی کر سیکڑاں ہو جاتی ہے اور بزم کائنات میں جا لایا
کرتی ہے۔ بادہ دساغر کے پردے میں شاید حق کی گفتگو کرنا اور تردد گیسو کی اصطلاح
میں واردہ من کا تذکرہ چھڑنا ہر دو میں اچھے شعرا کا طرہ امتیاز رہا ہے۔ اور آج بھی
جب سائنس اور ٹکنالوجی کی روز افزوں فتوحات کے باعث ہماری زندگی کی
قدیں ہر لمحہ بدلتی جا رہی ہیں۔ اچھا شاعر راست انداز بیان سے پرہیز کر کے آپ بیتی

اس حسین انداز میں جگ بھی بناتا ہے کہ الفاظ کے زیر و بم میں قاری کو اپنے دل کی
دھڑکنیں سنائی دینے لگتی ہیں اور اچھا شعر ایک شخص میں دور کی تخلیق ہونے کے باوجود
ہر دور کی ناسخ کی کرنے لگتا ہے۔ زیر نظر انتخاب میں میں ماسٹر شعراء کی غزلیں آپ کے
سلسلے پیش کی جا رہی ہیں ان میں کچھ تو ایسے ہیں جنہوں نے اپنے کتابت کی بدست
تاریخ ادب میں اپنا ایک منفرد مقام پیدا کر لیا ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ
ان ہونہار شعراء کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا ہے جن کا حال ان کے شاندار مستقبل کی
غمازی کرتا ہے۔ جناب، فراق گورکھ پوری، علی سردار جعفری، آسند نرائن، انشور احمد
اور ڈاکٹر اختر اور نیوی وغیرہ نے اردو ادب کے رنگ و آہنگ میں جو اضافے کئے ہیں
ان پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ ان کی غزلیں ماضی کی عادت روایات کی حسان
ہونے کے ساتھ ساتھ حال کے تقاضوں کو بھی پورا کرتی ہیں اور خوش آئند مستقبل
کی طرف اشارہ بھی کرتی ہیں ان حضرات کے علاوہ بن دینو شعراء کو اس انتخاب میں
شامل کیا گیا ہے ان میں بیشتر ایسے ہیں جن کی شہرت کو مشاعروں کی شرکت نے پرکھائے
ہیں اور عوام خواہ اس ان کے نام سے اپنی طرح واقف ہیں، ماسٹر لکھنوی، نسیم فاروقی
حیات دہانی، وفا نازک پوری، سراج لکھنوی، سنا فی القادری، سعید اختر ان لوگوں
میں سے ہیں جو خوب سے خوب تر کی تلاش میں ترقی کی راہوں پر گامزن ہیں اور
ان کے اس ادبی سفر کا اختتام فن اور فکر کی کس حسین اور معتبر منزل پر ہو گا اس کا
اندازہ آج بھی خاطر خواہ کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے اپنی غزلوں میں گیسو کے دست
کے ساتھ ساتھ زلف، ٹپکتی کے بچہ و خم کو سلجھا رکھی بھی کو شیش کی ہے انہوں نے روایت
کا احترام بھی کیا ہے اور عہد حاضر کے تقاضوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے۔ انہوں نے
عورت سے بھی گفتگو کی ہے اور اپنے انکار بلند سے ستاروں پر کندیں بھی ڈالی ہیں۔

ان جس سے کچھ جمال دوست کے وصال اور تردد ہر ان کے اشارے بھی ہیں۔ مگر ان کی
 اثریہ و تغیریہ زندگی کے ان صحت مند پہلوؤں پر رگہ زرسہ جو حسن و عشق کی ہم آہنگی سے
 پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی غزلوں میں فن کے دریا جی اور مقبول عام کمیوں کے باوجود
 لب و لہجہ کی شغلی اور شادابی ہیں اپنی طرف کھینچتی ہے اور مجبوری طور پر کچھ نئی افادوں
 سے آشنا کرتی ہے۔ روایت کے مقدس آئین خانوں کی آہنج اور صحرایہ کی تازگی
 کو انہوں نے غزل کے نازک آہنجے میں اس چابکدستی کے ساتھ اتارا ہے کہ نفس
 مرموز کے غلے سے فن کا پتہ بے بھی لگائی ہو گیا ہے۔

ان شاعرات کا ذکر نہ کر کے جن کا کلام اس انتخاب میں شامل ہے جس میں صنفی عبیت
 کا مرکب نہیں ہونا چاہنا۔ اردو شاعری کے ابتدائی دور سے لے کر آج تک مختلف
 تنازعات نے ہمارے شعری ادب کو اپنے رشحات قلم سے مالا مال کیا ہے۔ شعرا و کے
 مقابلہ میں ان کی تعداد کم ضرور رہی ہے مگر اتنی وسیع رہی ہے کہ مختلف تذکرہ

ذہبوں نے اپنی جوانی قلم کی انھیں کے ذکر تک محدود رکھا ہے۔ جو مجرورہ دوست جب کہ
 زندگی کے دیگر شعبوں میں نوائین مردوں کے ساتھ ساتھ شانہ بشانہ کام کر رہی ہیں
 زیر نظر انتخاب میں وہ ایک "مشرقیات" کی طرح شامل ہیں۔ شاہجہاں بانو یار و بلوچی
 نے گذشتہ دس برس کے اندر جس خود اعتمادی کے ساتھ مشاعروں میں شرکت کی ہے
 اس کی مثال عوامی شاعروں کی تاریخ میں ان کے تہیں نہیں ملتی۔ وہ اس درجے سے
 بخوبی آشنا ہیں کہ خون جگر کی آمیزش کے بغیر کوئی فن مجرورہ نہیں بن سکتا اور اسی لئے
 ان کا کلام ان کے دلی جذبات اور احساسات کا نہایت سادہ اور سیدھے انداز میں
 ترجمان ہوتا ہے۔ وہ عنایت اور ہدایت کے لوازمات سے بے نیاز ہو کر اپنے پر خلوص
 جذبات سے اپنے اشار میں تاثیر پیدا کرتی ہیں اور یہی وہ خزل ہے جہاں وہ اپنی

دیگر ہم غنہ شاعرات سے الگ منفرد اور ممتاز ہو جاتی ہیں۔

یوں تو آج کل معاشرہ شرار کے ضخیم انتخابات آئے دن شایع ہو رہے ہیں مگر وہ رطب و یابس سے بالکل پاک و صاف نہیں ہوتے۔ جناب حیات داری اور جناب سعید اختر نے اس انتخاب کی تدوین و ترتیب میں جو عیار قائم رکھا ہے اس پر افتاد اور بہرہ ور کیا جا سکتا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ اس میں بہت سے من شرار کو نظر انداز کر دیا گیا ہے جن کے ذکر کے بغیر اردو غزل کا کوئی انتخاب مکمل نہیں ہو سکتا۔ مگر چونکہ عوام و خواص سبھی ان کے ناموں سے واقف ہیں اس لئے ان کی اہمیت انتخاب میں شامل نہ ہونے کے باوجود اپنی جگہ پر مستحکم اور برقرار ہے۔ سعید اختر اور حیات داری کا کاغذ نامہ یہ ہے کہ ان کے دور میں جب شرار حشرات الارض کی طرح بڑھ گئے ہیں انہوں نے یہ پہچان لیا ہے کہ ان میں کون سے ایسے ہیں جو اپنے جوہر ذاتی کی بنا پر زندہ اور پائندہ رہ سکے ہیں اور یہ عرفان نظر ہی اپنی جگہ پر ایک ایسی دولت بیدار ہے جو کم لوگوں کو میسر آتی ہے میں ذاتی طور پر آج کل جس ذہنی انتشار اور کرب کے دور سے گزر رہا ہوں وہ ناقابل بیان ہے کسی عزیز کی تیار داری کا مرحلہ خود بیمار ہو جانے کے مرحلے سے زیادہ جان لیوا ہو جاتا ہے۔ میڈیکل کالج لکھنؤ کے شب و روز سے میں اکتا جگہ کا ہوتا اگر جناب سعید اختر اور حیات داری نے اس انتخاب کا سودہ مجھے اپنے تاثرات قلم بند کرنے کے لئے نہ دے دیا ہوتا۔ میں ان کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے اس بے رنگ دلوں ماحول میں ایک ایسا تحفہ دیا اور ایسا فرض نامہ کیا جسے میں نے ہمیشہ ایک بے بہا تحفہ اور ایک خوشگوار فریضہ سمجھا ہے۔

ہجرات تو یہ ہے کہ نقیب سحر کی یہ عنایت، میرے موجودہ احوال و ظرف پر
اس شعر کی مصداق بن کر نازل ہوئی ہے۔

کوہِ شب میں ہے نہرا حبیبوں کی
تیشے چمکاؤ مشعلوں کی طسرح (تسہیم فاروقی)

ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد
شعبہ ادبیات اردو فارسی، عربی
گورکھپور یونیورسٹی
گورکھپور۔

غزل

اردو شاعری میں تمام اصناف سخن مختلف اعضاء ہیں اور غزل تو وہ ہے جس طرح روح نکل جانے کے بعد جسم برقرار نہیں رہ سکتا اور اس میں حسن و آرائی ہر کوئی عنصر باقی نہیں رہ سکتا بالکل اسی طرح اگر اردو شاعری میں غزل کو نکال دیا جائے تو اس کا تمام باکچشم حسن و جمال کیفیات و جذبات شعور و احساسات سب ختم ہو جائے گا۔

اردو غزل پر کوئی بار برسے وقت بگڑا ہوا ہے۔ اس پر ہر جانب سے طنز کے تیر برسائے گئے ہیں اور رسوا کرنے کی بھرپور کوششیں کی گئی ہیں۔ اس کے پرستار کو رحبت پسند کہا گیا ہے، کسی ناقد نے "دستی صفت سخن" قرار دیا تو کسی نے اس کی سنگدانی کا شکوہ کیا۔ لیکن غزل کی قوت تخلیق و عمل پر کوئی آپہنچ نہیں آسکی۔ بہر دوختاں کو بدلیاں زیادہ عرصے تک اسیر نہیں رہ سکتیں اسی طرح غزل کی مخالفت میں اٹھنے والی آوازیں خود کمزور پڑنے لگیں اور آج غزل کے بعض بڑے مخالف اور نکتہ چیں بھی دامن غزل میں پناہ لینے پر مجبور ہیں۔

نیلے شر و ادب میں غزل ہی وہ واحد صنف سخن ہے جس میں غم جاناں اور غم دوراں کے لئے ایک ساتھ گنجائش ہے۔ جو سیات و کائنات کے مسائل کا حل پیش کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے غزل کے دامن میں ایک جانب داستان عارض و گیسو

واقعات، جبر و ممال، محبوب کی بے اعتنائی اور بے وفائی، ناز و انداز کی دلکش شکر و غم، شوخی، اس 'یاس و امید' ہے تو دوسری طرف اعلان غم و غم، خزاں کو بہار بنانے کا جو مسلمہ شرافت انسانیت کا معیار اور زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ جانے والے راہی کی بنیادی بھٹی ہے۔

اردو زبان و ادب کی طرح غزل بھی تجربات اور مشاہدات کی مختلف منزلوں سے گزرتی ہے۔

جیسے بیت تہ بان میں حسن شائستگی اور وسعت پیدا ہوتی گئی غزل میں بھی۔ ادب اور نکھار آتا گیا ہے۔ غزل کی آبپاری میں میر غائب، مومن، حسرت، فانی، انیس، شاد، مجنوں، آرزو، داغ، دیو، امیر، سنا، سیاب، کبر آبادی، عزیز، لکھنوی، سر آج، لکھنوی اور اثر لکھنوی نے اپنا خون بگوش کیا ہے آج غزل کو دنیا کے کسی بھی ترقی یافتہ ادب کے ساتھ مل کر پورے اعتماد کے ساتھ پیش کیا جا سکتا ہے۔

"نقیبے سحر" میں قدیم و جدید دونوں ذہنوں کی سنسندگی موجود ہے انیس سے کچھ شاہیر شعراء میں اور چند کم معروف! یہ انتخاب عمدہ کیا گیا ہے کیوں کہ جو بھی اس قسم کا کام شروع کرتا ہے وہ صرف مخصوص اور محدود مشاہیر و معروف شعراء کو جمع کر کے کتاب شائع کر دیتا ہے۔ اس طرز عمل سے نوجوان اور باصلاحیت ابھرتے ہوئے فنکاروں کی دل شکنی ہوتی ہے جس سے رفتار تخلیق پر برا اثر پڑتا ہے۔

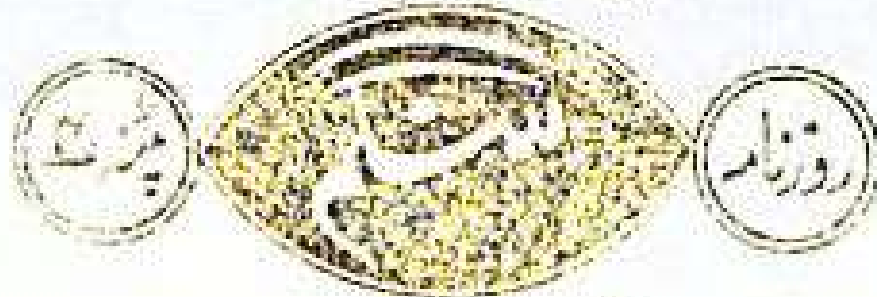
بہت سے قابل ذکر شعراء کو ہم صرف صفحات کی کمی کی بنا پر شامل انتخاب نہ کر سکے جس کا ہمیں افسوس ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں یہ کمی پوری کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

اس انتخاب میں بہت سی خامیاں ہوں گی آپ کی رائے اور تعاون سے ہم انہیں

آئندہ دور کر سکیں گے۔ "نفیجہ سحر" کا خواہ کوئی اور فائدہ ہو یا نہ ہو لیکن اس سے
 موجودہ طرز نگارش اور انداز دیکھنے میں فردر مدد ملے گی۔ یہ مقصد بہت عظیم
 نہ بھی ہیں کم بھی ہیں ہے۔ ہمارا حوصلہ بڑھانے اور آئندہ عزم میں جیلا بخشنے میں
 عزت مآب محمد یونس سلیم نائب وزیر قانون گورنمنٹ آف انڈیا، سردار جسونت سنگھ
 پیر پراندر پندی مائرس لکھنؤ، شری ایم ایچ ڈالیا راج گانگ پور، جے مٹن دودیا،
 جناب محمد پاشا، شری وقیم پانی گپتا راکھیا، مولانا انور وارثی رائے گڑھ،
 ایم۔ بی۔ سنگھ، راجندر صاحب، پی۔ ایس۔ سٹھی نمائندہ ناقدین، مشاہد سیاں
 وغیرہ کا بڑا ہاتھ ہے۔ ادارہ انکاسکر گزار ہے۔

مفت

تازہ ترین خبریں اور حالات حساب سے کہے گئے ترجمان قوم و ملک



کا مطالعہ مفید ہے

تفصیلات اور اشتہارات کے لیے رابطہ قائم کریں

حیات وراثی نمائندہ سنگھ دہلی پٹنہ سکاٹلنڈ انڈیا

فراق گورکھپوری

نام۔ رنگوبتی سہائے تخلص فراق۔ وطن گورکھپور۔ عمر تقریباً ۶۲ سال تعلیم ایم اے
 ساہتہ اکادمی سے ایوارڈ یافتہ۔ الہ آباد یونیورسٹی میں انگریزی کے پروفیسر رہے۔
 اردو غزل گو تھے۔ بھوں اور ستموں سے آشنا کرانے والوں میں فراق کی حیثیت
 محتاج بیان و تحریر نہیں۔ فراق کا شمار ملک کے ان شعرا میں ہے جن پر زبان
 و ادب کو ناز ہے۔



شام غم کچھ اس نگاہ ناز کی باتیں کرو
 نہکت زلف پریشان داستان شام غم
 یہ سکوت نازیہ دل کی رگوں کا ٹوٹنا
 جو عدم کی جان سب تو ہے پیام زندگی
 کچھ نفس کی تیلیوں سے چھین رہا ہے نورِ ما
 عشق بے پردہ ابھی کچھ ناشکیبا ہو چلا
 بخوردی بڑھتی پتلی بے راز کی باتیں کرو
 صبح ہونے تک اسی انداز کی باتیں کرو
 خاموشی میں کچھ شکست ساز کی باتیں کرو
 اس سکوت راز اس آواز کی باتیں کرو
 کچھ فضا کچھ حسرت پر واز کی باتیں کرو
 شہرِ خجی حسن کو شہ ساز کی باتیں کرو

جس کی فرقت نے پلٹ دی عشق کی کایا فراق
 آج اس عیسیٰ نفس و ساز کی باتیں کرو

ملا لکھنوی

نام: ہندت آنند زائن بھنسن ملا۔ پیدائش: ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۱ء لکھنؤ تعلیم ایم اے اور فالوئی کی ڈگری۔ ابتدائے شاعری ۱۹۲۶ء تخلیقات جوئے شیر کچھ فتر سے۔ کچھ تار سے اور میری عدیث "مرگرزائن" الہ آباد ہائی کورٹ کے جج رہے۔ آج کل ممبر پارلیمنٹ ہیں۔

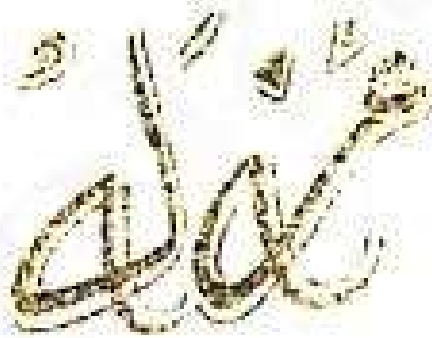


نیال جام رہا عادت شراب کے ساتھ
زبان غلو، سے مٹ جائے لذت عسبان
وہ دیکھتے ترنگے ہیں کچھ چرا کے نظر
نقطہ فریب خد و خال من بات ہے
دل غروب سے ان آنسوؤں کی لذت پہنچ
میں بادکش ہوں مگر حسن انتخاب کے ساتھ
مزا دے سالا دے اگر شراب کے ساتھ
خواب ٹوٹ رہا ہے مگر حجاب کے ساتھ
جو تیز سحر شکن تھی گئی ثباب کے ساتھ
نکل رہے ہیں جو فریاد مستجاب کے ساتھ

غم حیات شریک غم محبت ہے
ملا دیے ہیں کچھ آنسوؤں کی شراب کیساتھ

ڈاکٹر اختر اور نیوی

نام: سید اختر، تخلص: اختر دین اورین، خلیفہ مونیر عمر تقریباً پچاس سال، تعلیم
ایم۔ اے، ڈی۔ لیٹ اختر اے، ہندی مصنف، مقرر، اور نگار شاخراہ افسانہ نویس
ہیں۔ ان کی بہار یونیورسٹی میں شعبہ اردو فائنل سی کے صدر ہیں۔



ہوا سب تیری محبت کا حیرانہ ساقی	مگر اگرچہ تنوعات کا مرسلہ ساقی
نظر نظر میں، جگہ جگہ میں، ہر جگہ میں	کوئی تر جمانی زندگی کا مرتبہ ساقی
ہلاکشان در سیکرد کہیں جاؤں	قدم قدم میں سب قیامت کا فاصلہ ساقی
میری حیات کا سب کچھ فنا کے بیخانہ	سب وجہ ہم ترا ایک مشعل ساقی
یہ دشتِ قحطِ لہجی ہے شکستہ نیچے میں	کہاں ترا مرے ارمان کا فاصلہ ساقی
اماں سے دور ہے مگر اے آرزو کی بخش	حیرات سوز تمنا کا آبلہ ساقی

حیات کیا ہے، محبت کیا ہے، کیوں جمال ہے کیا
نہ مل ہو اکبھی اختر کا مسئلہ ساقی

سردار جعفری

نام۔ علی سردار جعفری، تخلص سردار، پیدائش ۱۹۱۳ء لکھنؤ، تعلیم بی۔ اے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ اردو شاعر کی حیثیت سے کئی بار بیرون ملک کا سفر کر چکے ہیں، نفل سیات ادب اور فلم ہے۔ صدر جمہوریہ ہند نے "پدم شری" کے خطاب سے نوازا ہے۔
آج کل ممبئی میں مستقل سکونت ہے۔

غزل

وہ بہاریں وہ ہوائیں جو زمین زمین چمن دیں
یہ نیاز مانے اسے دل جو وقار کھو چکا ہے
انہیں دریں میکدہ دیں انہیں ذوقِ انجمن دیں
بڑی دیر ہو چکی ہے کہ میں فوجِ خواں ستارے
چلو اب شبِ یہ کوئی صبح کا کفن دیں
لبِ تیغ پر لہو ہے لبِ زخم پر تبسم
یہ حیاتِ تن برہنہ اسے کیسا پیر من دیں
یہ کریں کہ روحِ نو کو کوئی اک نیلبن دیں
نئی تیغ دیں نظر کوئی زلف کو شکن دیں
انہیں صید کر چکی ہیں مرے فکر کی کندیں
یہ زمین مری زمین ہو یہ نلک مرا نلک ہے

اسی بزم میں ملیں گے ابھی شعر تر کے ساغر
چلو بزم جعفری میں تمہیں جامِ فکر و فن دیں

ساعز نظامی

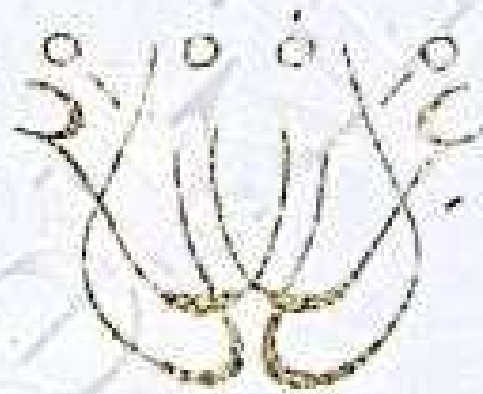
نام: محمد یار خاں۔ تخلص: ساعز۔ پیدائش: ۱۹۰۷ء میرٹھو۔ تعلیم: اردو، فارسی، انگریزی
تہذیب: حضرت سیاح اکبر آبادی۔ آج کل آن انڈیا ریڈیو دہلی سے وابستہ ہیں۔



سنا ہے جام بیٹے ہیں نظر چھانے ہو جاتی ہے
ہر اک ذرے سے رسا وہ مخمور ہو کر سکرستے ہیں
اگر اکسے گئی اوراتی گل باد خزاں آ کر
نہ پھالے ہمسفر ہیں اور نہ کلانہ راہ کے ساتھی
بھی اس در پہ پیرا بھی موسم گل مسکراتا ہے
فقط غلام ہی میں آدمی جانی نہیں جاتا
تس آئے ہی سوئی دگنہ بخت نہ ہوتی ہے
نظارہ سخن بناتے نظر پروانہ ہوتی ہے
حقیقت دیکھتے ہی چمکے انسانہ ہوتی ہے
جنوں کی یہ بھی ایک منزل دل و جانہ ہوتی ہے
کہ ہر تازہ بھی اک ہجر غائب گمانہ ہوتی ہے
کبھی آسوردگی بھی طرف کا پیمانہ ہوتی ہے
جسے سن کر انھیں آنر تبسم آدمی جاتا ہے
وہی اک بات ساعز حاصل انسانہ ہوتی ہے

خمار بارہ بنکی

دنیا کے ادب اور غم کے صاحب طرز شاعر ہیں۔

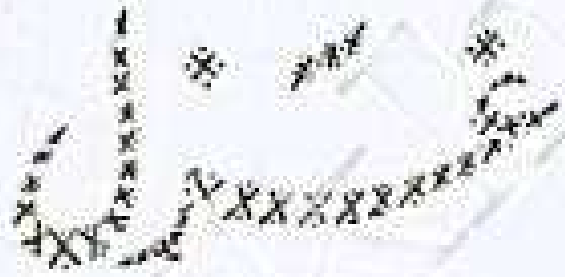


ہوسن زدوں کو غم عاشقی قبول نہیں
عرب لوگ ہیں جن کو غم شعی قبول نہیں
مناجی و کبر عبت سبھا سکر نا مچ
خطا مہاوت سبچہ خود کشی قبول نہیں
ہنسے گی اور سب اٹھ کر پوہ دنیا
جہاد و شہیں بٹھے رد سستی قبول نہیں
جو اپنے آپ کا ہنسا ہے قید بیاد نہیں
تہی سے اتنی بھی وابستگی قبول نہیں
ہنسو گے جب نہ ہو گے خود چہا ناوانو
کیا بتاؤں بٹھے کو ر کوشی قبول نہیں

کوہ وہ بکھیرے دد اتوں نے خمار
میں کہہ اٹھا کہ بٹھے درستی قبول نہیں

عارف عباسی

نام: قاضی محمد عثمان عباسی، تخلص: عارف، پیدائش: ۱۹۱۲ء موضع پوہاری ضلع جلیا،
تعلیم: بی. اے، رکنہ آزاد فتحپوری، شاعر لکھنؤ، جگر مراد آبادی، شغل: کاشتکاری

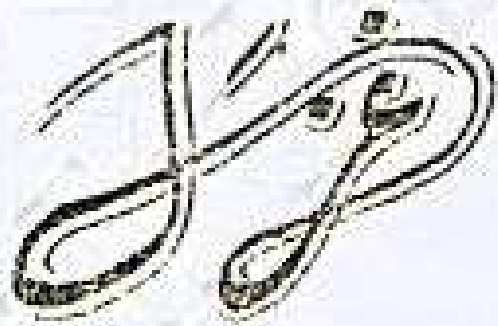


پیشِ دل نہ رہی سوزشِ جاں باقی ہے شعلہ عشق کہاں صرف دھواں باقی ہے
بے حسی میں بھی یہ احساس رہا ہے اکثر ایک نشتر سا تریبِ رگِ حباں باقی ہے
میکشور گردشِ دوراں سے ہراساں کیوں ہو ہر میخانہ ابھی ابرو داں باقی ہے
ذکرِ آنا ہے جفاؤں کا ترے نام کے ساتھ دلِ برباد کا اتنا تو نشان باقی ہے
مدتیں ہو گئیں پیمانِ وفا کو ٹوٹے اس جفا جو سے مگر ربطِ نہاں باقی ہے
زندگی سلسلہٴ عشرتِ مومِ ہوم سہی غمِ سلامت ہے تو آسائشِ خاں باقی ہے

منزلِ ترکِ تمنا ہے جنابِ عارف
دل میں اب بھی ہوسِ لالہ رخاں باقی ہے

کوثر جالسی

نام: عبدالرشید قیصر، کوثر۔ پیدائش: ۱۹۷۵ء، قصبہ جالسی ضلع راسہ بریلی۔
تعلیم: ہائی اسکول، تلمذ: ہنزہ جالسی۔ مسلسل ملازمت کا پتہ نہیں قیام ہے۔



زخم ہی زخم میں دل پر کبھی ایسا تو نہ تھا
بچوں جو کچھ کو سیئے بن گئے وہ انگارے
بستیاں راز کی اشکوں میں بھی جاتی ہیں
آج دستِ غلبہ اکٹھے تو قلم ہو جائے
آنے والے نہیں جب وہ تو یہ روئی گئی
چھن گئی ہو نہ تجلی کہیں دیواروں سے
کرم یاہ کا نشتر کبھی ایسا تو نہ تھا
دقت عیار و سنگد کبھی ایسا تو نہ تھا
موجزن غم کا سمندر کبھی ایسا تو نہ تھا
دور محرومی ساغر کبھی ایسا تو نہ تھا
آج بدیا ہے مرا گھر کبھی ایسا تو نہ تھا
شور میخانے کے باہر کبھی ایسا تو نہ تھا

پاؤں رکھا تھا جہاں سرو میں خم ہے اب تک
جادوِ عشق میں پتھر کبھی ایسا تو نہ تھا

کنور مہندر سنگھ بیدی سحر

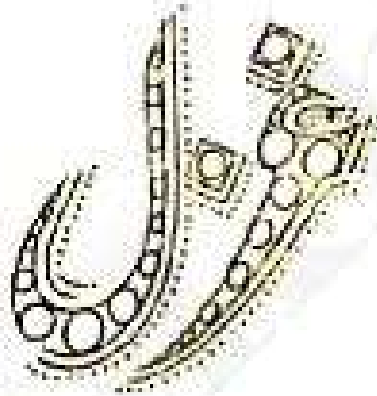
نام کنور مہندر سنگھ بیدی۔ تخلص سحر (ریٹائرڈ آئی اے ایس) عمر تقریباً ۵۵ سال
وطن پنجاب۔ مدت شاعری تیس سال۔ اعلیٰ درجہ کی جید پروفیسر اور دس سال
ان کی ذات سے درست رہہ گیری ملی۔ بی بی صاحبہ کا ادب پسندی اور شاعرانہ لہجہ
قابل تقلید ہے۔

شکر

جو یہ سوچیں کرم کیا ہے ستم کیا
وہ انہیں گے محبت کا بھرم کیا
جتنے مانا ہے اور مانا کریں گے
مگر یہ نثار و درد حسرت کیا
کسی کے مارے نہیں تباہیاں پہ آنسو
ملے ہیں شمس و شبہم بہم کیا
ہر تسلیم غم کرنا ہے ہم کو
نہیں بازو ستم کیا ہے کرم کیا
رہ مہر و دلفا پر پٹہ دانے
نہ دیکھیں گے مرے نقش قدم کیا
رہاں جو بھی گیا نہ آپس نہ آیا
بہت پر کیف ہے ملک عدم کیا
سحر کیا فائدہ آہ و فغاں سے
پگھل جائیں گے پتھر کے ستم کیا

جرم محمدیاری

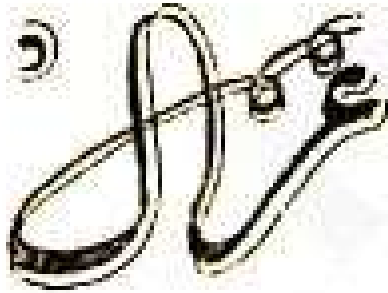
نام: ابوالحسن، تخلص: جرم، پیدائش: ۱۹۰۳ء، قصبہ محمد آباد، گوجرانوہلہ، قلعہ بقیع، اردو
نارسی، عربی، جنگ، انگریزی، تلمذ: حضرت آرزو دکنوی مرحوم، سلسلہ طائریات، مکتبہ
مقیم ہیں۔



یہ قول عقل کا ہے مرا فیہ سدا نہیں
محتاج بر شہوت کا ہو وہ خدا نہیں
یہوں راز داروں پہ بھروسہ کیا نہیں
آئینہ دیکھتا ہے مگر بوستا نہیں
دندہ سے لگے ہیں بھول بھی کا مونہ مرا کدما
گلشن میں انقلاب سے کوئی بچپا نہیں
چلتے نہیں ہیں وقت کی رفتار دیکھ کر
ہم خود برسے بنے ہیں زمانہ برا نہیں
مراہ کر کے ہو ڈسے لگا یہ شوق رہروی
ہم اس طرف چلے ہیں جدھر اترتا نہیں
اس جرم سچ جو پوچھو تو یہ ہے پتے کی بات
ان کا پتہ ملا ہے تو اپنا پتہ نہیں

امتیاز ادیب

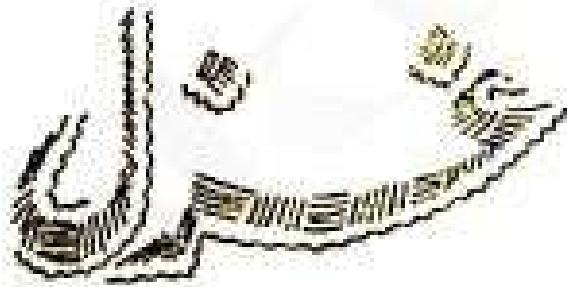
نام: امتیاز حسین، تخلص: امتیاز، سن پیدائش: ۱۹۲۲ء، مقام: کھنڈو
تعلیم: ادیب، مشغلہ: تجارت،



سکون کہاں کا غم خوشگوار سے بھی گئے
قصر کیسا دل بے قرار سے بھی گئے
بیک رہے تھے تو قائم تھا اک وقار جنوں
سنبھل گئے تو جنوں کے وقار سے بھی گئے
تمام شب تھا غم انتظار کا شکرہ
سحر ہوئی تو غم انتظار سے بھی گئے
ملا نہ اور تو کچھ غذر معصیت سے ہمیں
امید رحمت پروردگار سے بھی گئے
کچھ اپنی ذات سے وابستہ ہی تھے الزامات
کچھ ان کی بزم میں ہم شرمسار سے بھی گئے
شب بات غنچہ و گل اور مالِ شبنم پر!
نظر گئی تو فریبِ بہار سے بھی گئے

طرفہ قریشی بھنڈاری

نام: عبدالہید قریشی تخلص: طرفہ۔ پیدائش: ۳ مارچ ۱۹۱۲ء ضلع بھنڈارہ۔
 بہاراشتر۔ جامعہ اردو علیگڑھ کے تمام اعلیٰ امتحانات کی سند رکھتے ہیں۔ تلمذ: حضرت
 انور کامٹوی۔ اور حضرت سیاب اکبر آبادی مرحوم۔ مدت شاعری: ۳۴ سال
 طول درخشاں تالیف اور پہلی کرن" مجموعہ کلام ہے۔ ملازمت کے سلسلہ میں ناگپور میں مقیم ہیں۔



میں ہاتھ بڑھاؤں کیا دامنِ گستاہن
 بچھو لوں سے رہا خالی دامنِ دغا اپنا
 اٹھتے ہیں بگوئے تو تیرا کی طرف جائیں
 کٹ جائیں گی اک دن سلام کی زنجیریں
 بے سوز کوئی نغمہ مقبول نہیں ہوتا
 کاشانے غریبوں کے سراپا اٹھائیں گے
 ہے رنگ گلِ دلالہ نیرنگ بہاراں تک
 کانٹے ہی ملے بیکو گلشن سے بیاباں تک
 دیوانوں کی دنیا ہے دامن سے گریباں تک
 یہ قید سلسل ہے مجبور مئی انساں تک
 مضربِ غم دل کو لے جاؤ رگِ جاں تک
 مٹی کے چراغوں کی لو جائیگی ایواں تک

طرفہ کوئی کیا جلنے غم اہل محبت کا!
 جاتی ہے نظر کس کی زخمِ دلِ انساں تک

ہزار لکھنوی

نام: بی. بی. حسن، تخلص: ہزار، ابن: حضرت بہار لکھنوی مرحوم، پیدائش: ۱۹۱۳ء لکھنؤ، قسب:
بالی اسکول، تارسی، تلمذ: ذہنی لکھنوی، آسی: لدنی، مولانا: مفتی محمد امجد علی، شادی: تیس سال۔

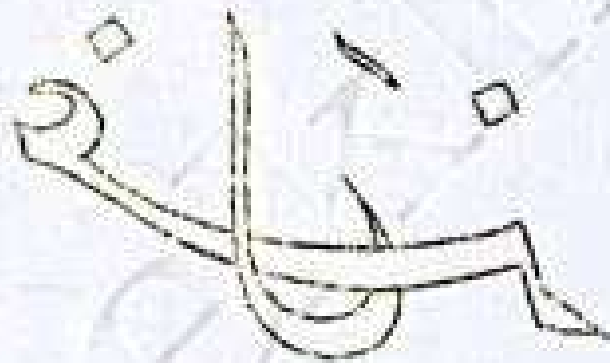
یہ جو ہر شے میں تری جلوہ گری ہے اسے دوست
یہ بھی میری ہی دینے والی ہے اسے دوست
خندہ گل ہے جو زخم جگری ہے اسے دوست
موت غم موج نسیم سحری ہے اسے دوست
تری آرزو میں خیالی ہو مبارک التجو کو
میری جنت مرے دامن کی تری ہے اسے دوست
کیا اسے غم اس آنگہ سہاں میں
مرغ چیاں ابھی فہم بشری ہے اسے دوست
بند کو تہا ہے مصیبت میں غم خواں ہونا
بڑی سواج مری ہے ہنری ہے اسے دوست
جس جگہ میں تری یاد شام ہو جانا
نہ بھی اک سلسلہ باخبری ہے اسے دوست
خود کردیچہ ذرا آئینہ قلب ہزار
کھتا مجبور غن شیش گری ہے اسے دوست

غ

گیت

نشور واحدی

نام: حفیظ الرحمن بخشیش نشور۔ پیدائش: ۱۹۷۷ء موضع چنڈاڑہ ضلع جلیا۔
تعلیم: عربی، فارسی (مستعار العلوم) اہل آباد (فنی طلب اور انگریزی) (پرائیویٹ) علیم مسلم
کالج کانپور میں یکسر رہیں۔



میں ابھی سے کس طرح ان کو بونا کہوں
اسے حریف، یکدم خونِ زندگی نہ بلی
حسن بے حجاب پر کوئی پردہ ڈال دو
کیونکہ سیاہ کردہ حسینِ ذلیل یاں
نہ اپنا راز ہوں یہ بھی کام ہے مرا
یہ میرا حال غم پوش ہے مگر
میزوں کی بات ہے راستے میں کیا کہوں
تو شراب اگر پہنچے کچھ کو پار سے کہوں
تو ایسے قسم کہوں میں اسے شہد کہوں
رات کیوں کہوں انھیں رات کی نہ کہوں
اسی لبِ خوش نے مجھ سے ٹوکا کیا کہوں
دوستوں کی بات ہے دشمنوں کی کہوں

استکانِ شوق ہے ایسی غائبِ شوقی نشور
دل کا کوئی حال ہوا کو دہرا کہوں

صبا افغانی

نام: جمیل الرحمن خان، تخلص: صبا، پیدائش: ۸ دسمبر ۱۹۲۱ء، رام پور، تعلیم: فارسی، اردو، انگریزی۔ مدت شاعری: ۳۲ سال، تلمذ: حضرت شرف زیدی، تربیت: حضرت جگر مراد آبادی مرحوم، شغل: ادب و نظم۔



راز ہے بہت گہرا بات اک ذرا سی ہے وہ میں سامنے بھر بھی چشم شوق پیاسی ہے
زندگی بستی برہم ہے موت بھی خفا کی ہے آج کل تو دواؤں میں آپ کی ادا سی ہے
اپنی انجمن سے ہم یہ کہاں پہلے آئے ہر طرف اندھیرا ہے ہر طرف ادا سی ہے
داش دل کو روشن کر غم کی رات ہے لمبی شمع کا بھروسہ کیا یہ بھی بے وفا سی ہے
آپ حضرت واعظ پہلے خود کو پہچانیں کیونکہ خود شناسی ہی وجہ حق شناسی ہے
جام اسلئے اپنا آنسوؤں سے بھرتا ہوں جس نظر سے مینا تھا آج وہ بھی سا سی ہے

یوں تو ہجر کی راتیں روز ہی گزرتی ہیں
آج لے صبا لیکن صبح سے ادا سی ہے

سلطان گورگھپوری

نام: سلطان احمد مدنی، تخلص: سلطان، پیدائش: یکم جون ۱۹۰۹ء علی گڑھ،
تعلیم: ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ مدت شاعری: ۲۸ سال، اربعین میں ہلیکٹ سکشن کے
آفس پرنسٹنٹ ہیں۔

بے کیف ہے بہار گلستاں ترے بغیر
ہر سمت بوئے گل ہے پریشاں ترے بغیر
دل مضطرب ہے آنکھیں میں گریاں تیرے بغیر
صبح وطن ہے شام غریباں ترے بغیر
رشتہ نگار خانہ فردوس سخنچہ گھر
معلوم ہو رہا ہے جو دیراں ترے بغیر
آردئے پڑیا سے ہٹا کر نقاب آ
دنیا بے آرزو ہے پریشاں ترے بغیر
وہ رشتہ گل بے تو یہ کہہ دینا اے صبا
پھرتا ہے کوئی چاک گریباں ترے بغیر
کیونکرا سے بہار کے آنے کی ہو خوشی
کرتا نہیں جو سیر گلستاں ترے بغیر

معراج وارثی

نام: محمد سراج رسول داری، تخلص: سراج، پیدائش: ۱۳۱۲ھ، محلہ: ابن حضرت مراد
 بدایت: رسول، تنہا: عرفی، فارسی: اردو، عمدہ: شاعر بنی ابراہیمی، مدت: شاعری ۴۵ سال
 "سراج" نام: شاعر بنی ابراہیمی ہے۔

[illegible]

ساتھ ہی اپنے کی بھی فرصت نہیں دیتے معراج
انگوں بات کے بھی وقت نہیں آتے۔ میں

نثار اٹاوی

نام: نثار حسین، وطن: مائونٹ اٹاوا، سن ولادت: ۱۹۱۷ء تعلیم: ایم۔ اے۔ فنونِ صغیرت
 یہاں اکبر آبادی، اسلامیہ کالج اٹاوا میں شعبہ اردو کے امداد ہیں دو شریخیہ ماہ و انجم
 اور دھرتی میرے پیار کی شاخ پر چکے ہیں



نئے کے دل کہتے ہو الف، کیا ہے
 اک اپنی سی تنہا فل کی نگاہ
 خود ہی نادم ہوں و فسا پر اپنی
 مجھ کو بہستان ہوں بھی سنو
 شکست و غم کے سہا پتوں کا کیا
 قامت یار کی بگڑی ہوئی شکل
 کس کی ہمت کہ تجھے مانتا نکالے
 دیر پا محسن کی آنکھ کے سوا
 اشک غم بلند ہے پانی کی مگر
 دامن ناز کی جھانکی ہوئی گرد
 میں کہ بھٹا گو ہر آلودہ خاک
 کچھ نہ سمجھا ساری قیمت کیا ہے

حسن و الزیہ سحرارت کیا ہے
 نعل غرضیت کیا ہے
 اس آسم کی ضرورت کیا ہے
 کون سمجھے گا حقیقت کیا ہے
 دوزخ تو کیا مری عبور کیا ہے
 قند و روز قیامت کیا ہے
 تو بجز موج لطافت کیا ہے
 آپ کا حبد بے نفرت کیا ہے
 یہ بھی معلوم ہے قیمت کیا ہے
 اور انساں کی حقیقت کیا ہے
 کچھ نہ سمجھا ساری قیمت کیا ہے

طالب داد سخن کیوں ہو نثار
 آپ کے شعر میں جدت کیا ہے

علی احمد شیدا

نام: مولوی علی احمد تخلص: شیدا۔ عمر تقریباً ۶۰ سال۔ جائے پیدائش موضع
سانی پور سیدان: تلمذ: حضرت جگر مراد آبادی مرحوم۔ آج کل بسندہ ملازمت
راور کسلا میں مقیم ہیں۔



نکلے جو بے نقاب وہ فصل بہار میں
گورنٹ میں ہزار ترے انتظار میں
وہ شب شب وصال سے جڑت کم نہیں
اس تیر نیم کش کی خلش تجھ سے یو چھ
ہر چہ در راہ منزل جانان ہے خار دار
اک تم کہ تم کو عیش سے فرست نہیں ملی
اک شہر پہ گیا چمن روزگار میں
کچھ لطف بھی ہے وعدہ ناپائیدار میں
جو شب گذر گئی ہے ترے انتظار میں
جو آئے جھج گیا ہے دل بیقرار میں
اک لطف خاص ہو خلش نوک خار میں
اک میں کہ میری عمر کٹی انتظار میں

شیدا چلو اٹھا و غم ناز و ال عشق
ناحق پھنسنے ہو دام غم روزگار میں

قادر صدیقی

نام: قادر علی صدیقی، تخلص: قادر، پیدائش: ۲۸ اگست ۱۹۲۵ء، کھٹوا، گرجوٹ کنھڑ
یونیورسٹی، تلمذ: حضرت سراج کھٹوی مرحوم، موت: شاعری ۲۵ سال۔



دل مضماں ہے ان کے خیالوں کے باوجود
نہی عارفانہ تجاہل کی شوخیوں
بدلانہ چشم شوق کا کوئی بھی زاویہ
وارفتگی شوق عجب مازیانہ تھی
ان کی دنیا پہ آج بھی ایمان ہے مرا
یہ کون سا مقام ہے اسے زعم آگاہ
کم ہو سکا نہ مرتبہ بے خودی شوق

اک سیلِ تیرگی ہے اجالوں کے باوجود
بکھنے نہ میرا حالِ شاووں کے باوجود
بگڑے ہرے زمانہ کی حالوں کے باوجود
بڑھنا پڑا ہے پاؤں کھیلوں کے باوجود
اسے دہم تیرے عہد ہاسالوں کے باوجود
کچھ سوچتا نہیں ہے اجالوں کے باوجود
عقل و خرد کے عہد اکمالوں کے باوجود

مشق اک خیالِ خام ہے ان کے خیال میں
قادر کے ایسے چاہنے والوں کے باوجود

دفا ملک پوری

نام اور تخلص دفا ملک پوری۔ سن پیدائش ۱۹۲۹ء در بھنگہ۔ عربی مدرسہ کے مہدیانہ عالم
صبح نو تین کے ایڈیٹر۔

عقل

ان کی نگہ ناز کے ٹھکرائے ہوئے ہیں
ہم جسمِ محبت سزا پائے ہوئے ہیں

یہ سایہ نشینانِ گزر گاہِ تمنا
کچھ عشق کے کچھ عقل کے بہکائے ہوئے ہیں

اب ان کو نئی صبح کے ہنسنا م سنا دو
جو تیرگیِ رقت سے گھرائے ہوئے ہیں

مے پھٹک گئے ابے گئے مے بر سے کی رند
مے خسانے میں خود شیخِ حرم آئے ہوئے ہیں

تو بہ نہیں ڈرے گی سہو آئے کہ خم آئے
مے کش تری آنکھوں کی قسم کھائے ہوئے ہیں

ان اشکوں کے قطروں کو بھی بے مایہ نہ سمجھو
مظاہروں کی آنکھوں میں جگہ پائے ہوئے ہیں

اب ان کے تنافل کا دفنا ذکر نہ چھیڑ دو
دیکھو تو وہ کس ناز سے شرمائے ہوئے ہیں

عمر قریشی

نام۔ محمد عمر۔ تخلص عمر۔ پیدائش ۱۹۲۳ء گوردکھپور۔ تعلیم منشی کامل۔ شغل ریٹائرڈ ملازم
مشاعرہ انادولس کی حیثیت سے بھی پورے ملک میں مشہور ہیں۔

عزیز الی

شانوں پہ ان کے زلف پریشان دیکھ کر
حیراں ہے آئینا نہیں حیران دیکھ کر
اس کو بھی احتیاطِ غم عشق حسانے
خوش ہو رہا ہوں آپ کو انجان دیکھ کر
پھر بڑھ چلا ہے زلف گرہ گیر کا خیال
دشوار کی حیات کو آسان دیکھ کر
دیوانے جن رہے ہیں گریباں کی دھجیاں
اہل خرد کو چپک گریبان دیکھ کر
پچھتا رہا ہوں شکوہ حالِ تباہ پر
اپنے کئے پہ ان کو پشیمان دیکھ کر
موجوں کے بیچِ دُخم نے سہارا دیا عمر
گھبرا گئے تھے شورشِ طوفان دیکھ کر

معراج لکھنوی

نام: معراج الحسن: تخلص: معراج: پیدائش: ۱۵ جون ۱۹۲۵ء: تعلیم: ہائی اسکول
اردو اور فارسی کی تعلیم اپنے والد منظم حضرت معراج لکھنوی مرحوم سے حاصل کی۔

ع

شامِ الم سے پہلے بھی صبحِ طرب کے بعد بھی
پھر چہ وہی غمِ فراق پھر ہے وہی کسی کی یاد
فرض تھا احترامِ دوست اشکِ گزرنہ رک کے
سارا غرورِ عاشقی خاکِ میں ل کے رہ گیا
روقی زلیست ہو گئی وقت کی تلخوں میں گم
جو بھی ہوا بآلِ غم جو بھی ہوا بلفیضِ عشق
شرقی طالب نہ مٹ سکا ترکِ طلب کے بعد بھی
ان یہ سیاہ بختیاں رخصتِ شب کے بعد بھی
بات لبوں تک آگئی پاسِ ادب کے بعد بھی
ہو گیا ان کا سامنا ترکِ طلب کے بعد بھی
لب پہ نہی نہ آسکی اذنِ طرب کے بعد بھی
میں نے دیئے جلا دیئے عالمِ شب کے بعد بھی

چلے مری خطا سہی اپنا کرم بھی دیکھئے
جام نہ مل سکا مجھے دور میں سب کے بعد بھی

شاد فیض آبادی

نام۔ عبد البہار تخلص شاد سن پیدائش ۱۹۲۹ء فیض آباد تعلیم۔ ہائی اسکول۔

تلمذ نذر مشرق حضرت شفیق جوہوری مدت شاعری ۲۳ سال۔ شغل ملازمت۔

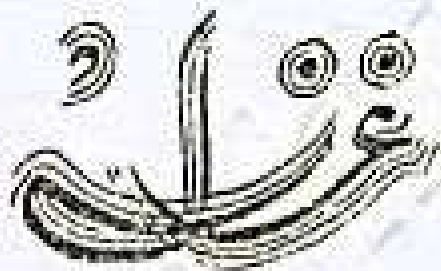


ہاں تکلف سے بھی کچھ کام لیا جاتا ہے
 کب خوشی سے کوئی الزام لیا جاتا ہے
 جھک کے آداب کرو باد صبا کو یارو
 ناسا گو ہر نایاب کی پہچان بھی ہے !
 جانے کتنا مری نظر دیکھو وہ بخشیں گے عروج
 جو بھی غم وہ نگہ ناز خوشی سے دیدے
 جب بھی رکھتا ہوں قدم راہ جنوں میں گئے
 آجک نقشِ دفان کے مٹائے نہ مٹا
 آجک شاد مرا نام لیا جاتا ہے

بڑھ کے ساتی سے مگر جام لیا جاتا ہے
 کیا کروں میں کہ ترا نام لیا جاتا ہے
 بادب یار کا پیغام لیا جاتا ہے
 اشکِ شبنم سے بڑا کام لیا جاتا ہے
 جائزہ اب تو سرِ پام لیا جاتا ہے
 بہ سرو چشمِ وہ انعام لیا جاتا ہے
 بڑھ کے دامن کو مرے تھا لیا جاتا ہے

منظرِ آرام

نام۔ منظرِ آرام۔ تخلصِ آرام۔ پیدائش ۱۹۳۲ء در بھنگہ۔ تعلیم۔ بی۔ اے۔ آل انڈیا ریڈیو گورنمنٹ سے منسلک ہیں۔



ہم زند تو ہیں جام میں سم یوں تو بہت ہے
 آرام ترے سر کی قسم یوں تو بہت ہے
 اے دوست زمانے کا تم یوں تو بہت ہے
 رہنے کو اندھیرے کا بھرم یوں تو بہت ہے
 ہیں محوِ طرب شدتِ غم یوں تو بہت ہے
 اسے کاش ترے سایہ کیسو میں کئے غم
 تیری نگہِ لطیف بھی کچھ کم تو نہیں ہے
 سو دن کے بچنے پہ بھی رہ جائے تو جانیں
 ہو آئیں اہام آج ذرا ان کی گلی سے
 مشہور گلستانِ آرام یوں تو بہت ہے

کیف اکرمی

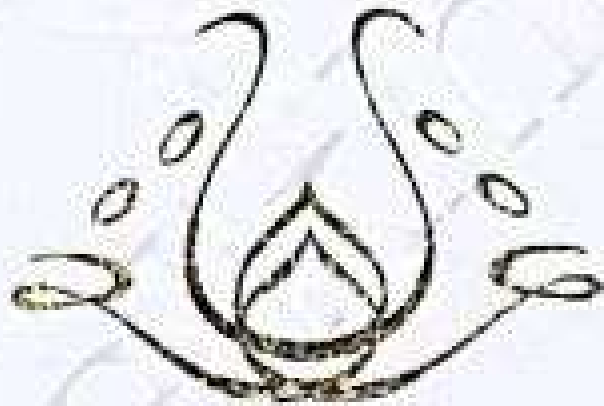
نام: ولایت حسین تخلص: کیف اکرمی پیدائش: جنوری ۱۹۲۸ء تعلیم: مولوی عالم
بنی ماسے: مدت شاعری: ۲۶ سال تلمذ: حضرت شارق ایرانی، شغل: ملازمت اور شاعری

غزل

مرے آنسوؤں پہ نظر نہ کر مرا شکوہ سن کے خفا نہ ہو
اسے زندگی کا بھی حق نہیں جسے دردِ عشق ملا نہ ہو
یہ غماستیں یہ نوازشیں مرے دردِ دل کی دوا نہیں
مجھے اس نظر کی تلاش ہے جو اداسِ دانا نہ ہو
مجھے کیا بتاؤں میں بے خبر کہ ہے دردِ عشق میں کیا اثر
ہے یہ وہ لطیف سا لفظ جو کہ زباں تک آئے ادا نہ ہو
کرم اتنا مجھ پہ کہ اسے جنوں میں ہر ایک حال میں بخش رہوں
مجھے بخش دے وہ سرورِ غم کہ جدا کروں تو جدا نہ ہو
نہ ہو مطمئن کسی بات پر ہے نظرِ نظر یہ حسیں فریب
جو شکست جام کی ہے صدادہ شکست دل کی صدا نہ ہو
یہ عنایتوں میں ہے کیوں کمی یہ نظر میں کسی ہے برہمی
تو ہمہ کرم ہے تو یہ ستم مرے عشق ہی کی خطا نہ ہو

سید غلام سمنانی القادری

نام و تخلص سید غلام سمنانی، پیدائش ۱۹۳۳ء جو پتہ در تعلیم، ایم اے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
مات شاہری، ۱۱ سال، دفتری یونیورسٹی کے شعبہ انگریزی میں لیکچرار ہیں۔

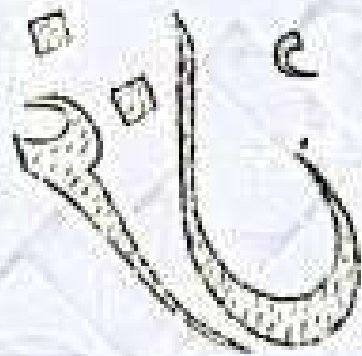


مرگشتہ دل گرفتہ کو دامن دریدہ ہیں
ہم ہیں جہین چرٹ کا دھبہ جہاں فروز
ہم دیدہ حیات میں ہیں نوکِ غائبِ غم
ہم لوگ ہیں بہار کا سراپا، نشا
تم سے ہم اپنا حال کہیں کبھی تو کیا کہیں
بار و تمہاری بات نہیں بات تو یہ سب
جو بہ خزاں سے کر دو ذرا باخبر انھیں
ہمدرد نہیں ہے صرف یہی عالم مثال
پتہ قدیم ہے کہ ہم بہت آہستہ رسیدہ ہیں
ہم روئے کائنات کا رنگ پریدہ ہیں
دامانِ روزگار پہ اشکِ جلیسہ ہیں
یہ ادب بات ہے کہ خزاں آفریدہ ہیں
اک داستانِ غم ہیں مگر ناشنیدہ ہیں
ہم خود سے بھٹکتے ہیں ہم خود گزیدہ ہیں
عینِ چین میں خواہی لگی نو رسیدہ ہیں
عالم ابھی ہیں اور جو نا آفریدہ ہیں

پہونچے نہ جس کی گرد کو تیرا خیال بھی
صیادِ وقت ہم وہ غزالِ رسیدہ ہیں

ایمن سلونی

ام۔ ایمن احمد تخلص ایمن۔ پیدائش سن ۱۹۵۰ء قصبہ سلون ضلع رائے بریلی۔
دست شاعری پچاس سال تھیں۔ حضرت مولانا عبدالباری آسی میر بھی۔



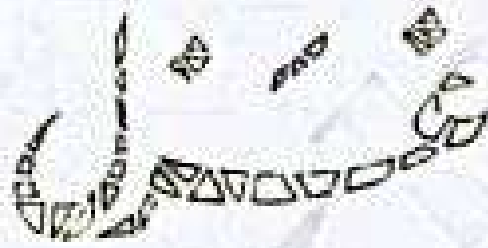
مرد دیر و حرم کم سے کم یہ کام کریں
یہی منت آدم بھی مقدر ہے
ابھی نہ دیں ہمیں الزام بے وفائی کا
جو تشنہ کام ترے میکدے میں، یوں باقی
ابھی نہ جیب نہ دامن نہ آئین کا پتہ
انہیں کے لب پہ ہے امن و امان کا انسانہ
گماں سے عہد یقیں تک سکون کی ہو دنیا
مذاق اہل گلستاں جو ساتھ دے جائے

حدیث درد و محبت کا دوق عام کریں
غموں کی دھوپ میں راحت کا اہتمام کریں
خود اپنے دعوں کا کہے وہ احترام کریں
مرے ہوسے وہ ہرگز اپنے حجام کریں
یقین موسم گل ہو تو ابتلاں عام کریں
وہی جو حضرت انسان کا قتل عام کریں
خوشی کے ساتھ جو غم کا بھی اہتمام کریں
نفس نصیبوں کی یادوں کا احترام کریں

یہ دور ہشتر نہیں ہے تو اور کیا ہے
کے پکاریں یہاں کس کو ہنگام کریں

شارب لکھنوی

نام: سلطان حیدر خاں تخلص: شارب۔ عمر تقریباً ۳۹ سال وطن: لکھنؤ۔ تعلیم: ایف ایم بی۔ ایس۔ تہذیب۔ سات مختلف شہری نمبروں سے شایع ہو چکے ہیں۔



ہم پر رکھے گئے الزام نہ جانے کیا کیا
نزل دارورسن قید ستم، دشت بنا
کبھی آئندھی، کبھی نوافاں کبھی شعلہ کبھی برق
دوست صبر و سکون گو ہر اشک رنگین
نہ اہل محبت ہی سمجھ سکتی ہے
کبھی برکاس تبسم کبھی جھینپی سی نظر
کبھی کیڑوں کا تبسم کبھی تاروں کی چمک
ان گزشتہ روز خیالوں کے محل بنتے ہیں
بن گئے ایک محبت کے فسانے کیا کیا
پائے ہیں اہل محبت نے تھکانے کیا کیا
میرے گلشن پہ بھی گزرے یہ زمانے کیا کیا
ہم نے غربت میں ٹائے ہیں زمانے کیا کیا
لب خاموش یہ ہوتے ہیں فسانے کیا کیا
ہم سے پوچھو کہ گئے دل پہ نشانے کیا کیا
دل تڑپنے کے بھی ہوتے ہیں بہانے کیا کیا
سوچتا ہے دل بیتاب نہ جانے کیا کیا

کوئی شارب کوئی ملا، کوئی غالب کوئی مسیر
منزل عشق سے گزرے ہیں دوانے کیا کیا

اختر تقدیری بلند شہری

نامہ را اختر محمد قاسم تخلص، اختر پیدائش ۱۹۳۱ء موضع گیسو پور (بلند شہر)
دست شاعری پندرہ سال، تلمذ ساجد سہیل کوٹی، فلائنگ کارپوریشن کے ٹھیکیدار ہیں۔

مغزل

میری تاب دید کو بھی آزمادیکھے دیکھے مجھ سے ذرا نظریں ملا کر دیکھے
کچھ بے شک رہے ذوقِ نظر کا امتحاں میری آنکھوں سے ذرا خود کو بچا کر دیکھے
مثلِ موسیٰ آج بھی کچھ لوگ ہیں شاق دید بے حجابانہ ذرا محفل میں آکر دیکھے
اپنے دل سے اپنے مجھ کو بھلا یا ہے مگر یلا اپنی میرے دل سے بھی بھلا کر دیکھے
خود بخود ہو جائیں گے اسرارِ فطرت منکشف
حضرت اختر خودی دل سے مٹا کر دیکھے

نہال رضوی

نام: سید افتخار علی رضوی، نقیض نہال، سن پیدائش: ۱۹۱۹ء، مکتبہ تعلیم اردو فارسی
ایک نمونہ "نقش کاروان" شایع ہو چکا ہے۔

نقش کاروان

بہار جنگ جب سے وہ مرے جہاں پہ چھائے ہیں
جھنجھکھڑکے خوشگوار انقلاب آئے ہیں
ہزار احیاء کی ہے لاکھ غم چھپائے ہیں
سمجھ سمجھ کے بارہا پرے کی بات ہے
سحر سحر بہک اٹھی چین چین سنور گیا
جو دل سجا چکے تھے خود پرستیوں کی انجمن
نقاب رخ سے جب اٹھی بکھر گئیں تجلیاں
دیارتینہ و دار کے جمال کو نکھار کے
کبھی لباس نظم میں کبھی غزل کے روپ میں
جو وقت کی پکار تھے وہ گیت ہم نے لگائے ہیں

نہال کائنات میں ہمیں تو یہ یقین ہے

اب آدمی نہیں رہا ہے آدمی کے سائے میں

ملک زادہ منظور احمد

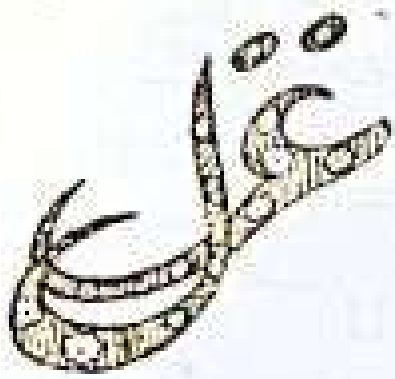
نام۔ ملک زادہ منظور احمد تخلص منظور۔ پیدائش ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۹ء ضلع فیض آباد۔
تعلیم ایم۔ اے۔ اردو، انگریزی، سماجیات، پی۔ ایچ۔ ڈی۔ تقاضیف اردو کا مسئلہ "کالج گزل"
مشتبر سخن آج کل شجرہ اردو فارسی گورنمنٹ پرنسپل میں لیکچر ہیں۔



سچن گلشن میں چلی آئی ہوا اب کے برس
جادو زیت کے ہر مڑ پہ جی ڈرتا ہے
مژدہ اے شوق شہادت کہ سنا ہے میرا نے
گر کسی زندہ پہ میخانے کا در بند ہوا
مٹی تو گل چاک ہے گلپھیں کی قبا اب کے برس
انجی انجی سی ہے وہ زلف دو تاج کے برس
تیش قاتل میں خروں تر ہے عجا اب کے برس
آگ بر سائے گی سادوں کی گھٹا اب کے برس

مرغیا نون شہیدانِ وفا سے منظور
اور بھی شوخ ہوا رنگ عجا اب کے برس

کامل فختوری



بنزدیکھ کہ آئینہ دفاہوں میں
 خود اپنے آپ کو کچھ دن سے دھونڈتا ہوں میں
 یہ سوچ کر کہ زمانے کو نیند آجائے
 شمس کے ساز پہ جو گیت تم نے چیرا اٹھا
 ہر ایک ذرے میں اک کائنات پنہاں ہے
 ترا وجود اگر ہے کہیں تو دے آواز
 زرتاش کروں خود کو تو پتہ نہ ملے
 نصیب ہو گا کسی روز لطفِ ساحل بھی
 وہ برہمی کی ادا ہو کر التفات کا رنگ
 جو ہو سکے تو چلے آؤ کچھ ذرا نزدیک
 شکستہ اکہ سہی ساز دل مرالے دوست
 جہاں پہ ٹھہری ہے تھک کر نگاہ اہل خرد
 یہ اور بات کہ سجدہ گزار ہوں تیسرا
 اب ان حدوں سے دور آگیا ہوں میں
 ازل سے در نہ خود اپنا خدا ہا ہوں میں
 یہ دیکھ گیت ترے اب بھی گارہا ہوں میں
 اب ان حدوں سے دور آگیا ہوں میں
 ازل سے در نہ خود اپنا خدا ہا ہوں میں

وہ جلوے جن کو ترستی ہے ہر نظر کامل
 کے خیر انھیں جلوہ کا آئینہ ہوں میں

غزیر ربانی

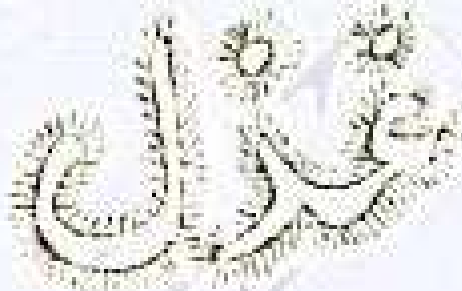
نام - غزیر ربانی، تخلص - غزیر، تعلیم - فارغ درس نظامیہ ادیب کامل، جامہ اوردو۔

تلمذ حضرت مولانا عبدالمجید دریا آبادی اور حضرت شفیق جوہوری (مرحوم) مشغلہ اصناف و سیاست۔

کسی کے روئے صبح پر وہ بہار نہ سکر رہی ہے
 کہ جب آگے بہار باغ جہاں بھی آنکھیں جھکا رہی ہے
 یہ آمد آمد ہے کس حسیں کی کز رہ زور ہے دست و قصاں
 چٹک رہے ہیں چمن میں غنچے روش روش گنگنار ہی ہے
 شفق کی رنگت لگوں کی نکہت چمن کی نہایت صبا کی مستی
 ہر ایک نظر میں تیرے جلوں کی دلکشی سکر رہی ہے
 یہ سرخ زائیں یہ سرخ آغل یہ سرخ صبحیں یہ سرخ پرچم
 یہ ٹوڑش انتقام تو بہ کہ زندہ کی صفہ چھپا رہی ہے
 وطن کی شیرش دنیا میں لرزش تمام گردش تمام گردش
 سلام ہے ایسی حریت کو جو تازہ فتنے جگ رہی ہے
 حجاز اپنا عراق اپنا مراکش و شام مصر اپنا
 وطن ہے سارا جہاں اپنا صدائے اقبال آرہی ہے
 غزیر توڑی تھی بار بار جس نے اک اشارے میں میری توبہ
 وہ چشمِ مخمور پھر مجھے جرئہ محبت پلا رہی ہے

صائم سید پوری

نام: صائم علی، تخلص: صائم، سن پیدائش: ۱۹۲۱ء، سید پور، بارہ بنگی، تعلیم: اراد
فارسہ، شاعر: عارفیاب خان، بہادر نواب مرزا جعفر علی خان صاحب انارک لکھنؤ،
مشغولہ: تجارت۔

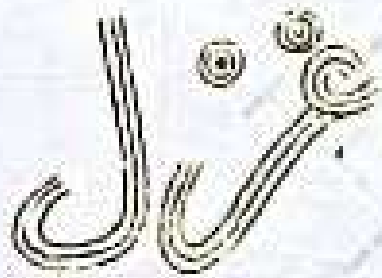


بہا حال کی عشرت سے مانوس ہوا کچھ دل
ماننی کے درپہوں سے جھسا نکا غم مستقبل

اسے رہ رہ کر بے جا وہ ہو غم جو مستحکم
خود شوق میں تیرے ہو آغوش کشتا منزل
مانا کہ سہارا میں سے ہم دو مشن ہوئی ہو گیا
تیرے نہ کام آئے اس زریست سے کیا حاصل
بسیا د محبت کی منہ بول نہیں ہوتی
تیسرے محبت میں جب تک نہ ہو غم شامل
آغ ز بھی لو فساں تھا انجام بھی طوفاں ہے
دوبل بھی ہر ساحل ابھرے بھی ہر ساحل
صائم غم ہستی سے ہنس ہنس کے گذر جانا
ہے میرے لئے آساں دنیا کے لئے مشکل

رشید قمر لکھنوی

نام: میر انور حسین قمر۔ پیدائش: ۱۳ اگست ۱۹۲۵ء لکھنؤ۔ تعلیم: اورینٹل کالج فارسی
تلکدہ۔ علامہ اذہر صابری مدت شاعری تیس سال۔ شغل: تجارت۔



ہٹا کر سب سے نظریں اک مجھی کو یاد کرتی ہے
یہ دنیا جب کوئی تازہ ستم ایجاد کرتی ہے
کوئی اس فلز کی حد بھی ہے تعمیر نشین پر
جو جہلی داد دیتی ہے تو آندھی صاوت کرتی ہے
جتنے تشبیہ دیگر زہرہ و پردیں سے یہ دنیا
بڑی تو تین تیری حسن آدم زاد کرتی ہے
پر پر داز کی کوتاہیاں سب کچھ سہی میکن
اسیری خود و خیالِ خواہر عتیا د کرتی ہے
نثر کی فکرے نوشی میں یہ تاثیر بھی دیکھی
زبان شوق ذکر ہر چہ بادہ باد کرتی ہے

ظلمہ رضوی برقی

نام: ظلمہ رضوی۔ تخلص: برقی۔ پیدائش: ۱۹۲۹ء دانا پور پٹنہ تعلیم: ایم۔ اے۔
اردو۔ مدت شاعری: دس سال۔ بارہ کالج میں لیکچرار ہیں۔

عزلی

رہ حیات خار زار پاؤں کے یہ آبلے یہ تشنگی یہ دلوں کے یہ بے کسی یہ جو صے
نہ جانے کتنی منزلیں میں چھوڑا گیا یہ نہی اگرچہ سخت جانیوں سے ملے کے تھے مرے
سوارنی ہے زلفِ خم بہ خم مجھے حیات کی ہوا کا رخ بھی پھر دہنِ مخالف آج اگر چلے
تساے توڑ توڑ کر میں دامن حیات میں کچھ اس طرح سے ٹانگوں میں فک کی کہکشاں چلے
جنوں کی برقی رہبری میں بڑھتے ہی چلے گئے
رہ غلب میں کیا کہیں ہم اپنے دل کے جو صے

آغا سلطان حیدری

نام آغا سلطان حیدر۔ تخلص، حیدری۔ پیدائش سن ۱۹۲۳ء رام پور۔ تعلیم بی۔ اے ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی (علیگڑھ) مشورہ سخن حضرت خیر مکتھوی مرحوم۔ آج کل جوبال میں اعلیٰ سرکاری عہدہ پر فائز ہیں۔

ضلع

زندگی یوں بھی شاد کام تو ہے تذکرہ ان کا صبح و شام تو ہے
ہم خواب و فاس ہی لیکن ہم سے زندہ و فنا کا نام تو ہے
خسبہ خلیل آرزو نہ سہی زندگی شوقِ ناتمام تو ہے
اپنی منزل سے بے خبر ہی سہی آج انسان تیسہ گام تو ہے
ہاں نہیں ساری زندگی سہی ان سے منسوب ایک شام تو ہے
میکدہ ہم سے چھڑ گیا لیکن میکدے میں ہمارا نام تو ہے
کب اسے دیکھیں، فتنہ ہوش اک حسین مائلِ خرام تو ہے

حیدری ترکِ رسم و راہ پہ بھی
رہنا ان سے برا سے نام تو ہے

شاگر جردلی

نام سید شاگر حسین نقیص شاگر سن ولادت سن ۱۳۱۵ء جردلی، تعلیم، فاضل ہے۔
(ایم۔ ایل۔ بی۔ لیٹ) مدت شاعری ۲۲ سال، ایک مجموعہ نزار عشق، نعت، قصائد،
شائع ہو چکا ہے، شغل صرافت، سب ایڈیٹر روزنامہ قومی آواز)۔

غزل

بدل پہلی میں جواہل جنوں کی تقدیریں
رہی ہیں یوں تری آنکھوں میں شوقِ تحریریں
تو ٹوٹ ٹوٹا کے خود گر رہی ہیں زنجیریں
اماں اماں کی صدا دے رہی ہیں زنجیریں
وہ خواب ترک نما کے وہاں مصورے خواب
سنبھل سنبھل کے ذرا ہل دیا عشق ہے یہ
کہ جنگی آج ملک ملی سکیں نہ قبیہ میں
یہاں بدلتی ہیں ہر ہر قدم پہ نقشہ دیریں
کبھی جو ہو کہ مجھ سے آج تجھ سے کہ نہ سکی
اسی زباں کو کبھی ڈنڈی سمجھیں تحریریں
کبھی جو ہو کہ مجھ سے آج تجھ سے کہ نہ سکی
تھیں موت نگر یہ اسی بھی چند تصویریں
سمجھ کے پائے جنوں افسردہ میں شاگر
یہ کس نے ڈال دیں پائے خرد میں زنجیریں

نہال تاباں

نام: نہال الدین، تخلص: تاباں، پیدائش: اگست ۱۹۲۵ء، مسوڑانی پور، جھانسی
 عظیم، ایم۔ اے۔ این۔ ایل۔ بی۔ مدت شاعری: بیس سال، محکمہ تعلیم جیل پور میں ملازم ہیں۔



زندگی جب ہو زندگی کی طرح نشیہ شوقی ہے خامشی کی طرح
 اس کا عاشق ہوں میں اسکا شیدا ہوں میں جبکا سایہ بھی ہو روشنی کی طرح
 تیرا غم، تیری الفت اترمی آرزو سب مرے ساتھ ہیں زندگی کی طرح
 باغ میں سیر کرنے کا حق ہے اسے جس کا دل ہو شگفتہ گی کی طرح
 اس سے فہم کی مانند ہے آرزو جو بھٹکتا پھرتے زندگی کی طرح
 میں وہ غمہ ہوں تاباں غم جبر کا
 جس کی آواز ہے خامشی کی طرح

رئیس راہپوری

ہم رئیس الرحمن دار، تخلص رئیس پیدائش محلہ رام پور، تسلیم، انڈیا
مذکورہ صاحبی، مدت شادی بیس سال، تخلص برقیات یوپی میں طارم ہیں۔

خزل

جب سے دل میں تربت بجے ہوئے غم ٹھہرے ہیں
غم کو ہر دور میں ٹھہرائے گئے دامنِ زلیت
ہم تری راہ میں اٹھنے میں بڑے غم کیا اچھ
شوقِ آوارگی و ذوقِ طلب کے قرباں
میں تصور سے کبھی جن کے لرزاٹھتا تھا
منفرت ہی آہی میخانہ دے کے مٹنی
مخترم اور بھی اپنے لئے ہم ٹھہرے ہیں
اور اس دور میں ہم جسے غم ٹھہرے ہیں
گودش و ہرنگی ٹھہری ہے جو ہم ٹھہرے ہیں
بکھٹ گئے ہیں تو کہاں اپنے قدم ٹھہرے ہیں
وہی حالاتِ محبت کا بھوم ٹھہرے ہیں
کہ یہاں آتے سفیرانِ حرم ٹھہرے ہیں

مرث آنکھوں ہی میں لم رک نہ سکے میری رسی

میرے آنسو کسی دامن میں بھی کم ٹھہرے ہیں

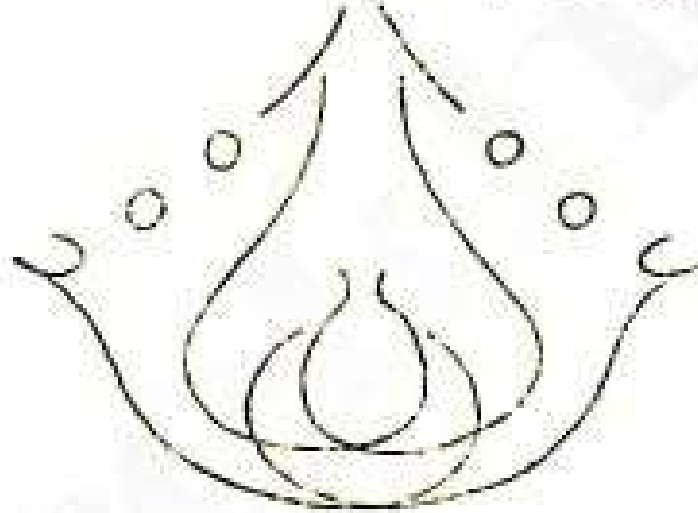
رباب رشیدی

نام سلطان احمد بخش رباب، سن پیدائش ۱۳۵۷ھ شہنشاہیہ پورہ قیام پٹنہ
تمذہب حضرت رشید راہپوری مہر حرم۔

سبیدگی کی سمت بڑے جبار ہے میں لوگ
یعنی قریب منزل غم آ رہے ہیں لوگ
میں خوش تھا بے نیاز تھے جب تک گریہ کیا
اب میری زندگی یہ ترس کھار ہے میں لوگ
بھی سی روشنی کی کرن بھی نہیں نہیں
یہ دیکھ کر تو اور بھی گجرا رہے ہیں لوگ
اب گرمی حیات کی باتیں نہ کیجئے
پہلے سے بھی زیادہ بکھے جا رہے ہیں لوگ
ناصح کا کام جب سے سنبھالا ہے وقت نے
خود ترک آرزو کی قسم کھا رہے ہیں لوگ
دہرا دیں انھوں نے برائی کہاں کیا
اب محفل حیات میں شر مار رہے ہیں لوگ
دل کے پرانے زخم ہرے ہو گئے رباب
یہ کب کے تذکرے ہیں جو دہرا رہے ہیں لوگ

فیض اکمل قادری

نام: سید ذیشان انوار فیض اکمل قادری تخلص اور نسبت سلسلہ سن پیدائش ۱۹۴۴ء
شاہجہاں پور، تلمذ حضرت رشید راہپوری مرحوم۔



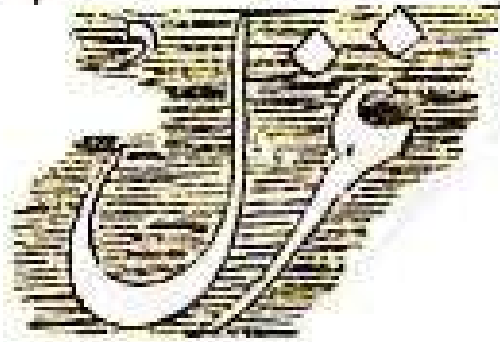
اب دستِ آرزو کوئی خور سید گر کہاں
کیا سیلِ اشک سے کوئی طوفاں اٹھائیے
ہیں نور و روش و روش پر قسمل غم حیات
بر نقشِ پاسبے آئینہ نقشِ آرزو
خود داری جنوں سے منا نہ کھسکی
یہ حادثے تو عشق سے پہنے کی بات ہیں
کیوں مریبِ دل کے بعد میں دھونڈتے ہوئی گ
بیٹھے ہیں زیر سایہ گل یوں چمنِ فردش
اس حادثے کی جیسے انھیں کچھ خبر کہاں

آیا تری طلب سے تطلب حاصل طلب

ب خود پرستی دلِ عالم نگر کہاں

شاغل و جدانی

نام: شبیر احمد تخلص: شاغل تاریخ پیدائش: ۲ جولائی ۱۹۴۳ء تعلیم: انٹر میڈیٹ
مدت شاعری: سات سال وطن: شاہ آباد مستقل قیام: شاہجہاں پور۔

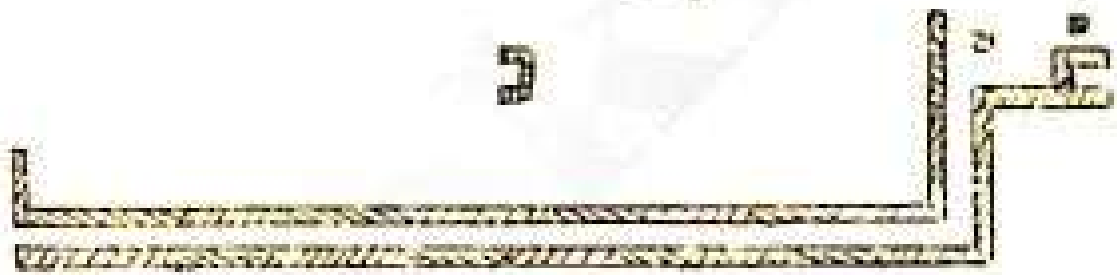


شمعیں چاند کی محفل میں بجاتے ہوئے لوگ کتے بچھلے ہیں تری راہ سے بہکے ہوئے لوگ
بڑی الجھن ہو بھلا دوں کہ انہیں یاد رکھوں اک سہرا میں میر سے اچھڑے ہوئے لوگ
آ رہا ہے کوئی یا ہے کوئی جا سنے والا ان دلوں کوں سے عالم میں ہیں کھٹے ہوئے لوگ
نشہ مئے کے بنا صورتِ رنداں جیسے ایسے لگتے ہیں تری بزم سے اسٹے ہوئے لوگ
مشعلِ امن و امان یہ جو لے آئے ہیں ایسا لگتا ہے کہ جیسے ہوں یہ دیکھے ہوئے لوگ
یوں پریشاں ہیں بنائے میں تعاضاے حیات اجنبی شہر میں جیسے ہوں یہ بھٹکے ہوئے لوگ

وقت کے پاؤں نہ ٹھہرے ہیں نہ ٹھہریں گے کبھی
جانے کس سوچ میں ڈوبے ہیں یہ ٹھہرے ہوئے لوگ

ساحر لکھنوی

نام: اختر حسین، تخلص: ساحر، پیدائش: ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۸ء، لکھنؤ، تعلیم: انٹر
 میڈیٹ، شادی: ایرانی، مدت شاعری: ۱۷ سال، شہرستان: لکھنؤ، ایڈیٹر ہے: تین ناول
 : 'محرکین'، 'بغے گئے چراغ' اور 'شہنشاہ' کے مصنف ہیں اور 'شمیر و سنان' کے مرتب ہیں، آبجلی
 ٹیوٹر ہے، سوانحی کے آفس میں ملازم ہیں

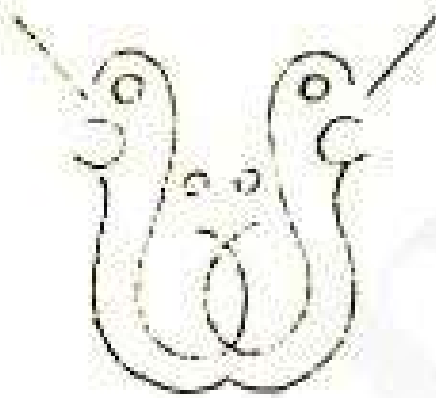


سنا، ایسی ہے الفت کے دامن تلے
 تپ کے لہکن کی مانند نکھرا جنوں
 دل میں بھینسی ہے یوں روشنی یاد کی
 جن سے بری بہادریوں کا چیلو
 ہر گز جیسے جینے کی تفریر ہے
 ہم الجھتے رہے فلسفی کی طے ریح
 موڑ سکتے ہیں دنیا کا رخ آج تو
 وقت مجھ سے مرا حافظہ چھین رہے

ہم جلیں، تم جلو ساری دنیا جلا
 جس قدر غم بڑھا بڑھ گئے جوصلے
 جیسے دیران مندر میں دیکھ چلے
 دو سواؤ آؤ شیشے میں شعلہ ڈھلے
 کتنے دشوار یہاں غم کے مرحلے
 اور بڑھتے گئے وقت کے مسئلے
 آپ سے کچھ حسین ہم سے کچھ منہلے
 آگ میں کوئی یادوں کی کب تک چلے

خندہ گل سے سنا کر نہ بہلیں گے ہم

تازہ دم میں آؤں گے ابھی، اور بے

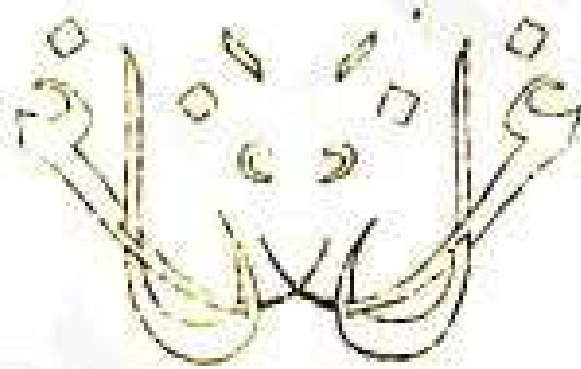


اپنی ناکردہ گناہی بھی نکل رہی ہے
 یہ تبسم یہ ادائیں یہ جوانی یہ نکھار
 اپنے دامن کی ہوادیکے گذر جاتی ہے
 یوں شہ پارے ہوتے نیست دل ہستے ہیں
 اتنی یاس پہ دھندلا ساقری یاد کا چاند
 آئینہ دیکھ کے اتنا ہے وہ تجو حیرت
 جگمگاتا ہے کچھ اس طرح سواؤں کا کونہ
 اس کے وعدے یہ یقین کر کے یہ اس میں ہوا
 طنز کرتا ہے زمانہ کہ یہ کیسا غم سہی
 اپنے حالات پہ ہنسنا بھی برا ہو جیسے
 یہ اجالا ترے غرض سے تہہ ہو جیسے
 رات بھر چاند مرے غم میں ہنسا ہو جیسے
 میرے ارمانوں کا ڈھلتا ہوا سورج ناظر
 درد کا بوجھ لئے دُوب رہا ہو جیسے

میرے ارمانوں کا ڈھلتا ہوا سورج ناظر
 درد کا بوجھ لئے دُوب رہا ہو جیسے

اقبال عمر

نام: **عمر اقبال** عمر: **سن پیدائش ۱۹۳۵ء** لکھنؤ، تعلیم: **انٹر میڈیٹ**، تربیت: اور
تلمذ کا شرف والد محترم جناب **عمر نصاریٰ** سے حاصل ہوا، سلیس ٹیکس ڈیپارٹمنٹ میں
ملازم ہیں۔



میں کہ وقت غم دوراں نہ ہوا تھا سو ہوا
پار دل کے کوئی پرکاں نہ ہوا تھا سو ہوا
کوئی وعدہ کوئی پیمان نہ ہوا تھا سو ہوا
دوبہتے رہتے تھے ہر روز ہزاروں سون
نیا کہوں لالہ زرخوں کو کہ جس کے باعث
اس سے پہلے نہ تری یاد کے بادل چھائیں
ہے اثر میری ہی آشفہ سری کا شاید
ہائے وہ ایک نظر لطف و کرم سے جس کے
تجھے بھی جو غم دوراں نہ ہوا تھا سو ہوا
شکر یہ ان کے ستم کا کہ جو نہیں اسے اقبال
آج تک مجھ پہ جو انساں نہ ہوا تھا سو ہوا

کوثر بھگت پوری

کوثر بھگت پوری، پیدائش ۵ اپریل ۱۹۵۵ء بھگت پوری، ضلع دہلی
دست شاعری ۸ سال، تلمذ: رشید نگر



بدبے شوق مایوں سے کام آیا ہے
آج وہ حسن عجب لب لباب آیا ہے

رنگ اکبر ہی آخر کو مری تشنہ لبی
ساتی مت نظر ادا رہ جام آیا ہے

غنہ زن کیوں نہ ہوں مرغان چین اے صیاد
بعد مدت کے بہار ان کا پیام آیا ہے

کیوں کسی سے کوئی امید وفا کی رکھے
دوست اس دور میں کب دست کے کام آیا ہے

آج پھر گردِ شمشیرِ دیران کا سہارا پا کر
جو شمشیر میں شاعر کوثر کا کلام آیا ہے

ساغر مینائی

نام. مبار علی مینائی تخلص ساغر۔ پیدائش ۱۳۰۵ھ بمطابق ۱۸۸۹ء بمقام نرک پور صاحب حضرت
شمس المصطفیٰ ملت ساری ۱۲ سال۔ ساغر صاحب حضرت امیر مینائی کے خاندان
سے تعلق رکھتے ہیں۔

مصائب سے دل کی چوڑوں کو دبا دینا پڑا

وہ بننے تو کچھ نہیں بھی مسکرا دینا پڑا

حسن کی رسوائی کا پس بد بچا دینا پڑا

غم کے عالم میں بھی ہنسکو مسکرا دینا پڑا

رنگی ساقی کی نظر درست ہماری جب نر

دل سے بر نقش تہا کر مٹا دینا پڑا

میرا ذوق بندگی آخیر تو کام آہی گیا

میرا کعبہ حسن عقیب دست کا صبا دینا پڑا

دیکھ کر بے تابی دیدار حسب لودہ گناہ میں

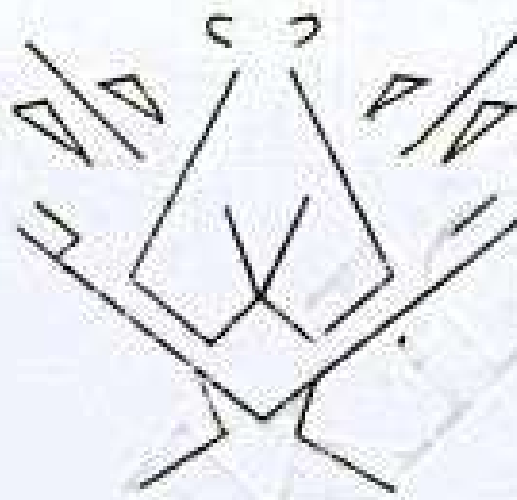
سامنے رشت سے انھیں پر دہائیں دینا پڑا

میکدے میں لغزش مستانہ کی رکھنی کبھی بات

جب ملا ساغبر ہیں بنس کو بگڑا دینا پڑا

جو کے مجبور غصیت آتا اسے ساغبر نہیں

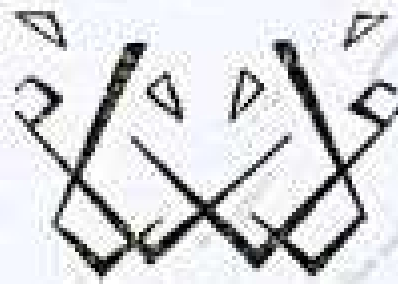
ہستانِ یار پر سر کو جھکا دینا پڑا



گمشدہ میں خود فضائیں ہیں قاتل جگہ جگہ
 بد نظریاں ہیں نظم میں شاہیں جگہ جگہ
 سادہ مزاج مجھ سانہ پاؤ گے تم کہیں
 یوں تو بہت ملیں گے تمہیں دل جگہ جگہ
 طوفان ہر طرف ہیں مگر میں ہوں مطمئن
 حائل مجھے ہے راحت سائل جگہ جگہ
 اپنی یہ مفاد نہ روشنی کا مال ہے
 مٹے ہیں لاکھوں آج مقابل جگہ جگہ
 دینے میں پھر دو بارہ اسیری کی دعوتیں
 اترے جوئے یہ طوقی سلاسل جگہ جگہ
 اردو کی دلکشی کا ہے سحر یہ شہوت
 اردو نوازوں کی ہے محفیل جگہ جگہ

قمر رائے بریلوی

نام: قمر الحسن فاروقی، تخلص: قمر حسن، پیدائش: ۱۹۳۳ء رائے بریلی، تعلیم: بی۔ اے۔
 تلمذ اور تربیت: کاشغر اپنے والد معظم حضرت نواب رائے بریلوی سے حاصل ہوا، شغل: ملازمت
 محکمہ انڈسٹریز کھڑک ہیں۔



زندگی کے راستے پھر سوچتا کوئی نہیں
 تیرے غم کے بعد جسے مرحلہ کوئی نہیں
 اپنا اپنا شیشہ دل اپنا اپنا دوقرے
 زندگی کے سیکڑے میں پارسا کوئی نہیں
 رائیگاں جاتی ہیں تیرے پیار کی دلداریاں
 کیا مرے احساس غم کی انتہا کوئی نہیں
 ہر قسم پابندیاں ہیں نفس مجبوریاں
 عالم امکان میں درد نہ بے وفا کوئی نہیں
 زندگی کے سیکڑے کا بھی عجب دستور ہے
 دل ہزاروں ٹوٹتے ہیں اور صدا کوئی نہیں
 "خندہ گل" حیاک دامانی کا شکوہ ہے قمر
 لیکن اس "انداز غم" سے آشنا کوئی نہیں

حیات و ارث

نام: سید محمد سرفراز رسول دادنی تخلص: حیات، پیدائش: ۱۳۵۲ء، لکھنؤ، تقسیم
پانی، اکوئی، فارسی، اردو۔ مدت شاعری: ۴۴ سال۔ تلمذ: حضرت سرفراز لکھنؤی،
آئینہ جمال اور سہبانے عجم، روا انتخاب، شام، جو پیکے ہیں، گنجائے وقت کے نام سے
نات کو شہر، گنی انتخاب، شہر تہا نہیں، شغل: آئی، تدریس، ہندی اور دو نظم کے جزائی موزی
کا حیثیت سے تعلیم و ترویج اور مینو و کرنا اور خدمتِ علم و ادب۔

شہر

ہوس دشت میں اک ہنگ رہا، چہ برسوں
تیری نظروں سے ہم آہنگ رہی سب برسوں
اک نظریں کی حق نظرت کا وہ شہر کا تیسری
خبط غم و کجی کے بچہ سے بھی شکوہ نہ کیا
اسے تم دوست تھے، اپنے ہر لمحہ کے لئے
آج تم ہو تو ہر اک ذرہ کٹ رہا ہے
بھی دیدار کی لذت کبھی فرقت کا الم
شش و حسن میں کچھ فرق حیات بہ کج نہیں
زیست کو موت کی ہر رنگ رہی سب برسوں

دانش علیگڑھی

نام: نند عثمان، تخلص: دانش، پیدائش: ۱۳۵۲ء، مکان: ضلع علیگڑھ، مدت شاعری:
پندرہ سال، تلمذ: منشی احسان رحمانی، تھیں جی مہر کے یہاں رتلام، مدھیہ پردیش
میں غلام ہیں۔

خُذْ

سوچا تھا ان سے مل کے ذرا مسکرائیئے
کیا خبر تھی آنکھوں میں آنسو بھر آئیں گے
کعبہ کسی کی منزل مقصود ہو تو ہو
ہم ترسے آستانے سے آگے نہ جائیں گے
سائل سے بے نیاز ذرا ہو کے دیکھئے
نہ ذرا تو خود ہی آپ سے امن بچائیں گے
خاموش کیوں ہے گردشِ دوراں جواب سے
ایامِ زندگی ہمیں کب راس آئیں گے
دنیا کے ہرستم کو جو سمجھے سکونِ دل
دانشِ غمِ زمانہ اسے کیا ستائیں گے

تسليم فاروقی

۱۰۔ خواجہ عتیق الحق فاروقی تخلص تسليم پیدائش ۱۹۲۳ء بسواں ضلع سیتا پور ہائی اسکول
عربی اور فارسی کی تعلیم اپنے والد محترم مولانا قاری و حافظ خواجہ محمد سعید الحق فاروقی سے
حاصل کی تندرہ جاب جگر ہوال اور حضرت سر اسحاق لکھنوی (موجودہ) ایک مجروحہ ترکش شائہ ہونیکا پر

دل وہ جس کے آئینے میں عکس آئندہ رہا
تیرہ دامن منزلوں میں بھی درخشندہ رہا
آہ آوارہ کی صورت روح گل پیاسی رہی
بھیرا خوشبو بن کے شبنم کے لئے زندہ رہا
ہائے وہ اک مفلس بے خانا پتو غم بھر
سایہ دیوار اہل زور کا باشندہ رہا
کون ہم سے چھین سکتا ہے محبت کا مزاج
چھروں میں رہ کے بھی یہ نقش تابندہ رہا
زندگی سے یوں تو بھوتہ کیا سب نے مگر
جس نے جینے کی قسم کھائی وہی زندہ رہا
کائناتِ نذر و ظلمت ہے مرا اپنا وجود
روشنی میں بھی مرا سایہ نسا ئندہ رہا
جانے کیا کیا کہہ گیا اس سے مرا حسنِ سکوت
دیر تک وہ میرے چپ رہنے پہ شرمندہ رہا
حادثے تو اور بھی تسليم سے اچھے مگر
اک ترا غم تھا جو ہر عالم میں پائندہ رہا

بشر فاروقی

ہم کچھ خوش آمدین اتحاد فاروقی نکلتا ہے۔ بشریہ جدائش جو مئی ۱۹۷۷ء میں تعلیم کی اس
دست ساعری کیا رہا سال اندر سرور و پار و ملک میں بیسی سالہ مسکرائی۔

بشریہ

بشریہ زبوں کی ہواں اٹھی بھول گئے
ہم کہاں آپ کا توڑا ہوا دل دے جائیں
پانچویں دنیا میں پرواز کی حسرت سے کہ
اس وقت کا زمانہ کہ حسرت ان بہاں
چوتھوں دو درختوں کے بھی مسائل میں غرق
تیرا کیا سبب اس فرس دغا ہے جنوں
جب بڑا ہے تو کب اور نہ کہ سالہ اندر
ناتجربہ کی یہ خود سے بھی تاراں جو تم
وہ زمانہ سب کہ ہم دیدہ و دیدہ بھول گئے
لوگ کچھ دیر کے نہ تم مسکری بھول گئے
بے دغا اندھی ہیں کیا جھوٹ گری بھول گئے

کچھ تو کہہ رہا ہوں کہ اتنے دنوں میں
غائب و حیر کی آشفہ سری بھول گئے

فہمی انصاری

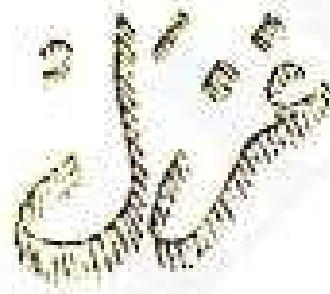
یہ ہے حیدر العزیز انصاری تخلص فہمی۔ سنو بیدارش ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۱ء بمطابق ۱۹ سال و ۱۱ روز و ۱۱ گھنٹہ و ۱۱ من و ۱۱ ثانیہ کی عمر میں پیدا ہوئے۔

شعر

برسمت مصائب کی گنا چھائی ہوئی ہے
 اپنی کشمکش جلوہ سے گہرائی ہوئی ہے
 اب دیدہ مشتاق ہے اور کثرتِ جملہ
 لیکن ہی نہیں بادِ صبا ہوش میرا ہے
 میں دیکھ کے لوشہ آیارہ ویرِ حرم کو
 ہے ان کو سہتِ سرخی شوریدہ سرخی پر
 ہر غنچہ فودستہ کا دامن ہے دریدہ
 شاید کہ راستاں میں بہار آئی ہوئی ہے
 طوالبِ شب ہجراں کی یہ تشریف ہے فہمی
 اک زانِ مسلسل ہے کہ بہرائی ہوئی ہے

اقبال ندیم

نام۔ اقبال علی تخلص ندیم۔ پیدائش سن ۱۹۳۳ء انپارہ ضلع بہرائچ، تعلیم بی۔ کام
 این۔ ڈی۔ بی۔ مدت شاعری ۵۵ سال، شغل وکالت۔

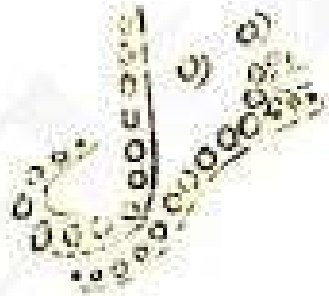


ہم چشم اشکات کے مارے ہوئے تو ہیں رنگِ سنا حیات نگہارے ہوئے تو ہیں
 دل کی فسردگی پر ہم حباؤ لہر رہے ہیں زندہ دلی کے نقشِ اچھلے ہوئے تو ہیں
 وہ بامِ میلہ سے شہر جو چوتے پتھر ہاتھ سے ٹوٹے ہوئے دلوں کے سہلے ہوئے تو ہیں
 دیکھوں تو کتنی دور میرے ساتھ ہائیکے ہزارہ آج وقت کے دھارے ہوئے تو ہیں
 شیرازہ حیات پریشاں کو دوسرا وہ آج اپنی زلف سنوارے ہوئے تو ہیں

دہ رات ہیں کو حائل عمرِ روان کہیں
 دہ رات ہم ندیم گزارے ہوئے تو ہیں

غلام رضوی گردش

نام سید غلام رضوی تخلص گردش۔ سن پیدائش ۱۰ جنوری ۱۹۳۳ء قادیان (پاکستان) (انگریزی نام) مدت شاعری پندرہ سال۔ دو کتابچے "اضطراب" اور "راہ ابد" شائع ہو چکے ہیں۔



کچھ اس طرح سے یاد تری دلیں بس گئی
دشت کی دھوپ پھیلی ترنا جھلس گئی
چہرے کوئی کرشن خیالوں کے دیں میں
شہر کی گزریوں کی جوانی ترس گئی
جودل دفا شعار تھا دنیا میں توں ہوا
چہرے کوئی کرشن خیالوں کے دیں میں
کچھ سر بھجے ہی قافلہ غم کے ساتھ تھے
کچھ کو دور دور صدائے برس گئی

کیسی فووی کہاں کاغذ بجانے دیکھے
گردش کو شہر دل کی فووشی ہی میں گئی

سعدا خستہ

نام: سعید احمد نقوی، تحریر: ثناء بیگم شیخ، ایم سی سی ۳۷۴۱، المکتبہ تعلیم ہائے اتر پنجاب۔
 مدت: سترہویں صدی، زبان: تہذیب و فن، اثر: ہندی اردو، سہولت کے پروگرام
 تصویر: ۱۱



دل نے تجھ کو نہیں بوسہ گزارا کی ہے حیات	میں نے عشق میں جس دن سے اتار دی ہے حیات
خود کو برباد کیا ہے تو سزا اری ہے حیات	ہم نے آتشِ زلف و زینتِ مستی سے لے
لوٹے نکلے تو بھی باد بہاری ہے حیات	نہایتِ کسب کے زبان کے آہیں سے لے
دشمن انکار پہ ہر خدیوہ بھاری ہے حیات	شوقِ نزاری ہے سلامت کو خیریت نہ دیا
عرفت اک سلسلہ وقت گزارا کی ہے حیات	لگتے کم تو سطر جہدِ بیاد و جہاد کے لے
اور کچھ اٹکے قفا فل نے نکھاری ہے حیات	پکڑ کر جرات بے باکی کی عرفی لے
ہم نے تاریک اجالوں کی گزاری ہے حیات	ہم سے بوجھ سحرِ نڈکی حقیقت کوئی

خندہ زن موت کو درجھا جو سردارِ اختر
 اہلِ دلی بڑھ کے پکارے کہ ہماری ہے حیات

ناشاد امرتسری

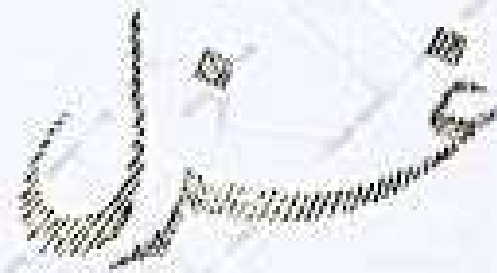
نام : امر ناتھ شخص : ناشاد، پیدايش : ۱۹۳۷ء امرتسر، قلم : گربجو سیٹھ۔
تلمذ : ساجو سیا لکھوٹ، مدت : ساغر، بارہ سال، ایف، سی، آئی، انجمن پنجاب میں
ملازمت کرتے ہیں۔



ڈھونڈتے ہیں راحت دل ایک بیاتے میں لوگ
غم سے گھبرا کر چلے آئے ہیں بھاگنے میں لوگ
اس قدر گھوسے ہوئے تھے میرے افسانے میں لوگ
ستے ستے آگئے گلشن سے ویرانے میں لوگ
دل کے آنے پر کسی کا زور چیل سکتا نہیں
کیوں پریشاں ہو رہے ہیں بھوکھیاں میں لوگ
برگیاں پہنے کمرے کی کوشش کی مگر
رات دن معروف ہیں اب انکو بھڑنے میں لوگ
ہرگز میری ہی باتیں اور مسیحا تذکرہ
بھڑ رہے ہیں رنگ کیا کیا میرے افسانے میں لوگ
اب منیبت میں کوئی ناشاد سا بھتی ہی نہیں
کس قدر بشار ہیں پہلو بچا جانے میں لوگ

ساجل رتھامی

نام: طاہر حسین تخلص: ساجل۔ پیدائش: ۱۰ مئی ۱۹۳۲ء گلشن آباد (حبادہ)
تعلیم: ادیب، ادیب ماہر۔ تلمذ احسان رتھامی۔ مدت شاعری تقریباً ۸ سال۔ ایک کئزد میں
اسٹور میں منیجر کے عہدے پر فائز ہیں۔



یہ تو انا کبھی بیمار بھی ہو سکتا ہے
پر وہ کرنا ترابے کار بھی ہو سکتا ہے
حرف نقد پر یہ الزام تباہی کیوں ہے
آج بزم سخن میں ہے شکارِ تنقید
حرف زائد تری میراث نہیں خلد بریں
کسی تنہائی کسی بزم پر موقوف نہیں
رنگ لاکر رہیں ناسے یہ ضروری تو نہیں
دل میں انسان کے پیدا ہو اگر غم فضیل

دل مرادقت کی رفتار بھی ہو سکتا ہے
عشق صادق ہو تو دیدار بھی ہو سکتا ہے
دوست کی شکل میں غدار بھی ہو سکتا ہے
کل پہی مبتدی فنکار بھی ہو سکتا ہے
اس کا حقدار گنہگار بھی ہو سکتا ہے
تذکرہ تیرا سردار بھی ہو سکتا ہے
کوئی نالہ کبھی بے کار بھی ہو سکتا ہے
یہی آتشکدہ گلزار بھی ہو سکتا ہے

مرہٹا نا نہیں اتسار و ناساے ساجل
اسی انداز سے انکار بھی ہو سکتا ہے

عبدالسعید سعید رتلاوی

نام: عبد السعید۔ تخلص: سعید۔ سن پیدائش: ۸ مارچ ۱۹۳۷ء تعلیم: ادیب

ادیب: ماہر (جامعہ اردو علی گڑھ) بی۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی۔ تلمذ: جناب احسان رتلاوی
میونسپل بورڈ رتلام میں کورک۔

غزل

کوئی انہیں غیر نہیں سب میرا نے پہچانے لوگ
گردشِ دریاں تیرے کمر کے تیری عنایت کے عقد
اہلِ خرد کیوں جتنے پرے ہیں آج ہمارے کیا مہنی
عرف یہی موضوع سخن ہے حسنِ ترا عاشقِ مرا
کیا کیا ان آنکھوں نے دیکھا واہ سے درِ جمہوری
دل پہ دفور عشق میں طاری ایسا بھی عالم ہو گیا ہے
کہتے ہیں دیوانہ مجھ کو کہتے ہیں دیوانے لوگ
بچہ کو پہچانا لوگوں نے میں بھی پہچانے لوگ
بات کسی کی سنتے کب ہیں تم کھہرے دیوانے لوگ
جس عنوان پر لکھ لیتے ہیں کہتے ہی افانے لوگ
تنتے بے گھر بار ہوسے میں اپنے اور مگانے لوگ
بغضیں ساکت ہو جاتی ہیں لگتے ہیں گھرانے لوگ

تم ہی نہیں انجامِ محبت سے نادانف ایک سعید
کہتے ہی دنیا میں ہوں گے تم جیسے انجانے لوگ

شاد چہاں بالو یاد

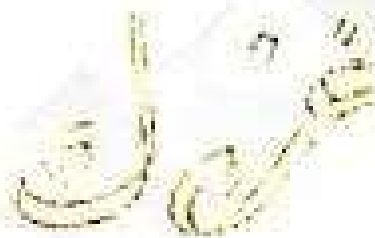
نام: شاد چہاں بالو یاد، سن پیدائش: ۱۹۲۷ء گوالیار، تھیم، بڑوک
 ادیب کا کل: مدت شاعری: ۸ سال

شزل

جب بھی مرے آنسو بہتے ہیں اور خراوا من جلتا ہے
 دیکھ کے اپنا حسن کتنی ہر اہل بخشش جلتا ہے
 راز نہ ہو چھوڑ مستقبل کا، شعرو سخن کی اس محفیل کا
 صاحب فن نعمت میں بڑے ہیں، در تراغ فن جلتا ہے
 فصل بہاراں آہا سنت کم نہ ہوا غم اہل چمن کا
 شبنم کے آنسو بہتے ہیں گل کا پیسہ راہن جلتا ہے
 چلنے کو تو سب جلتے ہیں آگ جدا ہے اپنی اپنی
 ہم جلتے ہیں ہم سب جلتے ہو اک لگا اہل چمن جلتا ہے
 کوئی نہیں غمخوار چہاں میں یاد ہمار کی تنہائی کا
 اپنے ہی آنسو بہتے ہیں اپنا ہی دامن جلتا ہے

چندرا پھول

نام۔ کماری چندرا پھول۔ پیدائش ۱۶۳۱ء لکھنؤ۔ تعلیم انٹر میڈیٹ اور
پہلے بوائز کالج سے موسیقی کی ڈگری۔ دس شاعریاں بارہ سال، شہرہ سخن تعریف مالک
لکھنؤی، موثر پریس، اسکول بینا، ملہ پریس



تواریں دوستیں جو غم ملیں گے وہ نہ رہیں تو غموں سے کہیں گے
انہیں کے نقش پا جو ملے ڈھنکی ارادے بن گے مستقیم ہیں گے
جہاں دنیا لگتی ہے بکھرے گی وہاں اسے دوست جھٹک لیں گے
نہ جس کی ذمہ داری دفسا کا وہاں اسے بہت بہم ملیں گے
اگر یہ گلوں سے محبت اور وفا ہے تو جہاں بہم سے جہاں بہم ملیں گے
تو کچھ پھول کے دانے پر شبنم
جو اس پر گریہ شبنم ملیں گے

آٹھری لکھنوی

نامہ ادبی علی تحصیل انجمن سرمد پبلشنگس ۱۹۲۳ء لکھنؤ تعلیم سارسی اردو
ممتاز حضرت استاد ذوقی قزاق موت شاعری ۵۰ سال شغل محرری۔



جارت ہوا کہ دوش یہ دلی گشتا کے دیکھ
کیوں شان حسن بدخواب بر عا کے دیکھ
مصور رہی گئی بنے مقبلی کز د میں
کیا جانتے کس مقام پر قسمت پلک اٹھے
ذروں سے بھوٹ نکلتی اظہت کرا شہنی
مخافت اڑتے پتھریں منظر فضا کے دیکھ
اچھ کو اپنے حسن کا منظر سنا کے دیکھ
اب تو مری نگاہ سے امن پہچا کے دیکھ
ایو سن کیوں سب درست لب بڑھا کے دیکھ
یاد رہے ہو تو خاک میں دلو ملا کے دیکھ

عند رشک زند تو ہے حوادشا کا آئینہ
آٹھری اس آئینہ میں ذرا مسکرائے دیکھ

فائق جعفری

نام: سید فائق جعفری تخلص: فائق بن ولادت: ۲۸ اگست ۱۹۳۲ء۔ ہر دونی۔
تعلیم: ایف۔ ایم۔ بی۔ ایس۔ ایڈمینسٹریشن بورڈ لکھنؤ۔ مدت شاعری: دس سال
تلمذ: قمر رشید، شعل، تحصیل شلم۔

غزل

بے تمنا بے سہارے زندگی کیا گزاریں غم کے مارے زندگی
شورشِ طوفاں سے لکڑی ہوئی آگنی آتشِ کفارے زندگی
کوئی منزل آشنا بھی تو ملے راہیں کس کو پکارے زندگی
حسن کی منزل کو ہم سمجھے تھے کبھی جیت جانے پر بھی بارے زندگی
عشق آساں ہو کہ مشکل اس سے کیا بارِ غم نہیں اتارے زندگی
آسمانِ غم سے آنکھوں کے لئے لے کے آئی کچھ تارے زندگی
تم نے فائق سے نظرِ پیری تو ہے
کیسے گزرے بے تمہارے زندگی

نام و سید محمد باقر و در فی الحال اقمیر و بدو انشای هم در این مکتب تعلیم از فی قادی
از دود انگریزی می کنند و در قادیان است شاعری و در سال ششم پست شد و تجارت

فقد

نامی نام بھی ہے مگر نام کے ساتھ
 دھن میں گردش نام بھی ہے جب ہر ساتھ
 کتنی تسکین ہے وابستہ ترے نام کے ساتھ
 نیند آجاتی ہے کانٹوں کی بھی آسرام کے ساتھ
 بھول بھول میں کائنات بھی ٹھہر جائیں گے
 اک حیرانی بھی آگئی مری بستان کے ساتھ
 وصل ممکن نہ ہی عمر کا غم تو ہے نصیب
 بھی کیا کم ہے کہ نسبت ہے ترے نام کے ساتھ
 نہ نہ ملے گا تو شکوہ نہیں، لیکن سہانی
 یہ شکایت ہے کہ دل ٹوٹ گیا جام کے ساتھ
 ان جہاں ہے وہ حسن کا انداز ستر
 نہ کوئی سے اٹھایا جو تو افروغ کے ساتھ
 رات فرشتوں کی قدم اسے تیسرے
 چلے والے جو کوئی گردشیں ایام کے ساتھ

ساجد صاحب دہلوی

نام محمد طارق صاحب دہلوی۔ صاحب ساجد سنی پیدائش ۱۹۲۵ء کھنڈہ، قسیم اردو و فارسی
دستِ ثانی، بیس سال نماز، برا الفضل تفسیر مکتوبی

اور ممتاز لغت، مقبول سلام، رہبرِ شیعہ، اعلیٰ و جواہر، جواہرِ باہر، صورتِ کونرا
بہرِ گریہ، انتخابِ حسن، نماز، غائب کے مرتب اور مہربان کے حرم سے محنت ہیں۔

عقلمند

اُن سے جلد و اندک انتہا نام ہیں	جتنے بھی آئینہ بون سب کم ہیں
کئی بار دیکھے تو اگر نہ قسمت کے	بہتر سے بہتر پارگی، پہ اور ہم ہیں
کند بھی ہو دل کے آسروں کو نہ لوڑ	آسروں کی بات، سب سے سلام ہیں
بھول رہا ہوں میں دل سے کون سا	میر کے بھٹے ہوئے کچھ غم ہیں
پھول کھلتے تھے جن کی بٹا سے	وہ ہوا نہیں گئی ہم سے، مرج ہیں
اللہ اللہ جو بسا رہ تمہارا	جھڑن دیکھے، ایسے ہم ہیں

موت کا انتظار رکھو ساجد
جان لینے کو دوست کیا کم ہیں

قیوم قریشی

نام بدر القیوم تخلص قیوم، تعلیم انٹر میڈیٹ، ڈیپو میٹیننگ انجینئرنگ، نمبر جناب صاحب
کردی جو کہ جناب حبیب آروی صاحب، توفیقیت راہ را کیلا میں کٹر پکڑ میں۔

غزل

وفا کا کچھ تھا غنا ہے بسا کچھ اور کہتی ہے
مرے ساز محبت کی صدا کچھ اور کہتی ہے
خوشی سے یہ ظاہر ہے کہ ہیں کچھ کشمکش میں وہ
تفااضا شوق کا کچھ ہے بسا کچھ اور کہتی ہے
ادھر ملقین تو رہ کر رہے ہیں حسرت و افسوس
ادھر چپ کی، زنی کا لی گنا کچھ اور کہتی ہے
فلک پر ماہ نو کا بانجھن کچھ اور کہتا ہے
غم آبرو سے بھاناں کی ادا کچھ اور کہتی ہے
جناب شیخ اپنے منھ سے خود کچھ اور کہتے ہیں
زبان خلق ان کو بر ملا کچھ اور کہتی ہے
سیما کو ادھر اپنی سیمائی کا دعویٰ ہے
ادھر آئی ہوئی سر پر قضا کچھ اور کہتی ہے
تم اپنے زعم میں کرتے ہو دعویٰ یارسانی کا
تمہیں قیوم یہ خلق خدا کچھ اور کہتی ہے

ظہیر سیہاروی

نام محمد ظہیر نخلص ظہیرزید انشداد کم جنوری سنہ ۱۹۲۲ء سیہارہ ضلع شاہ آباد (بہار)
تعلیم آئی۔ اے۔ بھکٹہ پوہ پورسہ بدت شاعر کی بائیس سالہ تلمذ پروفیسر حسن احمد شاکت
سنہ بدت ہندوستان اسٹیل راولپنڈیلا میں قیام ہے۔

غزل

ترا من بہت دشوار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے
یہ دامنِ نیچا میں دیا کیوں ہے ہم نہیں سمجھے
یہ رازِ زندگی و موت آخر کیوں نہیں کھلتا
یہ عقدہ اس قدر دشوار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے
بتا اے ماغباں تیرے مزاجِ نرم و نازک پر
گلوں کی سکر ہٹ بار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے
رگِ جاں سے بھی جب نزدیک تر ہے تیرا کاشانہ
تو دنیا طالع دیدار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے
گلستانِ سخن میں اسے ظہیر اپنی غزل خوانی
مزاں دوستاں پر بار کیوں ہے ہم نہیں سمجھے

گھائل فشری

نام: اقبال احمد تخلص: گھائل۔ پیدائش: ۱۹۱۳ء، پاکپور ضلع، پنجاب گڈھ
تعلیم: اردو، انگریزی، کلمذ، ذرہ قریشی، مدت شاعری: گیارہ سال۔ تجارت: کے سلسلہ
میں راجہ گنگوہار اور میں مستقل سکونت ہے۔

عشر

کی جبرئیل تری الفت میں بھی رُو دائی ہے
ایک دنیا مجھے کہنی ہے کہ سودائی ہے
آپ کی یاد ہے میں ہوں شب تنہائی ہے
زندگی درویش ڈوبی ہوئی شہنائی ہے
ہے یقیں آپ بزمِ محبت میں تو رونق آجائے
سوئی سوئی سی مرے شوق کی انگنائی ہے
پتے پتے پہ سلاطین خسرواں کے سائے
آپ آئے ہیں نو گلشن میں بہار آئی ہے
جان جان یا د تری ان دلوں گھائل کے لئے
جھونکا سادن کا نہیں جھڈ کی پُروائی ہے

ساگر محمودی

نام: عبدالحمید تخلص: ساگر پیدائش: ۱۹۵۲ء رنگون: تعلیم: فاضل دظاہر العلوم
مدت شاعری: بارہ سال: شغل: درس و زیارات:

غزل

کچھ اہل گلستاں کو ہے خبر کیا اہل زندان کہتے ہیں
جب یا بچن کی آتی ہے ہم چاک گریباں کرتے ہیں
اس دور جنوں میں اسے ہدم سب چاک گریباں کہتے ہیں
تیر بچن کے مشید انی تخریب گلستاں کرتے ہیں
ساحل کے طلیں کو کیا ہے خبر آمد مٹی کے جھکولے کیسے ہیں
سمندر حار پر پہنچے والے ہی اندازہ طوفان کرتے ہیں
انداز تغافل کبشن بھی کردار جفا کارانہ سہی
بیمار کا دل کھل اٹھتا ہے جب آپ کبھی ہاں کرتے ہیں
صدرات حوادث سبہ مہر کو بڑھتے ہیچ دیوانے آگے
جب دور نزاں کا آنا ہے یہ جشن بہاراں کرتے ہیں
صہبائے وفا کے متوالے اخلاص و محبت کے پیکر
ہر گام پہ اپنی منزل کے اک شمع نروزاں کرتے ہیں
تسکین جنوں کو اسے ساگر نظرات کے مناظر کافی ہیں
ہم صبح وفا کے پردہ پر نظارہ حبانان کہتے ہیں

سعید نایاب

نام: سعید احمد تخلص: نایاب۔ سید انشر ۱۹۳۲ء لکھنؤ۔ یلڈ شمش لکھنؤ دی مرحوم
اور اسکے لکھنؤ دی۔ مدت شاعری ۱۲ سال۔ شغل تجارت۔



جب تک کہ غم یار نہ انجان رہے ہیں ہم گردشِ دوراں سے پریشان رہے ہیں
برسوں میں رہا ہوں غمِ جانار نہ گریزیں برسوں غمِ دوراں مرے مہمان رہے ہیں
وہ رنگ بچا رہے ہیں، موت سے جو دامن لیرانے کی باتوں کا بُرا مان رہے ہیں
آگاہ ہے غمِ ہر کا تو روپ بدل کر ہم اسے غمِ جانان کچھ پہچان رہے ہیں
تار اتنی گلشن کا ہے الزام انہیں ہر جو رنگ گلستان کے گنبدان رہے ہیں
ہم اپنی تباہی کا سیرِ دلالت کرتا کر خود اپنی جگہ برسوں پشیمان رہے ہیں

رہا محلِ کاسلوں ان کے مقدر میں نہیں ہے

نایاب جو طوفاں سے پریشان رہے ہیں

رشید انصاری

ہم عبدالرشید تخلص رشید پیدائش جولائی ۱۹۳۸ء سرائے میرا، نظم گذرہ تعلیم عربی، اردو و فارسی
(مدرسہ افاضیہ) مدت شاعری بارہ سال، تلمذ حضرت عارف عباسی۔

غزل

سرور زلف کے دامن میں چھوڑ آیا ہوں
شراب ناب کو سادہ بنا چھوڑ آیا ہوں
وہ چاندنی کر جیسے عشرت حیات کہیں
وہ چاندنی ترے آنکھن میں چھوڑ آیا ہوں
بہی ہوئی تھیں جو سرگز ہر اہل محفل کی
وہ جنبشیں تری چپکلیں میں چھوڑ آیا ہوں
یہ اور بات ہے وہ خود زبان سے کھینچا کہیں
مکرا نہیں بکھی ہیں الجھن میں چھوڑ آیا ہوں
اسے بسا مارا غور خود ہی سونپ کر اس دست
میں اک غمش دل بہر زن میں چھوڑ آیا ہوں
ہام شیشہ دل کا کائنات رنگارنگ
اک آئینہ ترے دامن میں چھوڑ آیا ہوں
رشید عرفی تمنا کے شبہ ہی شعلے
کسی سبب کے دامن میں چھوڑ آیا ہوں

نیاز کی آمد و بوی

دو شیریں سن خان، نعلین، پیازی، پیرائش، آراگت، قسطنطنیہ، مرز، بر فیض مراد آباد۔
 تعلیم، شرف، عجب، ادیب کا، ٹی، ٹینسنگ، رام پور، جی، الیکٹرک، یکن، ڈی، ماد، اصل، کسب۔
 تھک، بناب، آ، جس، گوری، مدت، متاع، دس سال، ڈوڑ، کسلا، ٹیبل، ہنس، ملزم، ہیں۔

مذہل

کمان کی پیر، قوی، نادان، ملے، لا کر، کباب، رکھ دی
 تھوڑے، نیم، پی، تصویر، پر، چٹا، رکھ دی
 دہا، کپڑے، محفل، سے، میرا، کر، جب، آ
 مٹا، کر، ایک، ہی، پیش، میرا، داستان، کھدی
 ستم، زیادہ، سری، آہ، و، فناں، شکر
 قفس، میں، کے، ظالم، نے، شبیر، آشیاں، رکھ دی
 پس، یخسانہ، جب، چھینے، شکستہ، جام، مائی، نے
 نظر، آنے، جہاں، قلم، دیر، نے، زباں، رکھ دی
 نیاز، سوز، غم، یوں، میرے، دل، میں، کارفرما ہے
 کسی، نے، جیسے، چنگاری، دور، آشیاں، رکھ دی

شاگرد خلق

نام شاگرد احمد نخلص شاگرد پیدا شد ۱۹۳۱ء در بھنگا تعلیم ایم اے فارسی
مدت شاعری: بارہ سال۔

غزل

کس دُعا کوئی جسدا آپ کا دیوانہ بنے
کیا بنے بات بزمِ ہرات کا افسانہ بنے
کس سے ہم چشمِ عیادت کی توقع رکھیں
اور کون اپنا ہے جب آپ ہی بیگانہ بنے
دل پر نگوں، جرمِ دست تو کچھ دور نہیں
یہ شیشہ بھی ساغرِ ہی بیسار نہ بنے
دیکھ لے سیتے ہیں بد بخت، داسے اس کا
چاہے وہ شمشیر ہے چاہے وہ پیرانہ بنے
قلعہ اشک، اکھیں بوجھ دوں تو نہ شاید
ان کے اندازِ تغافل کا یہ نذرانہ بنے
پھر بھی حق ان کے ستم کا نہ ابراہو شاید
میرا بر سجدہ اگر سجدہ ستم گرانہ بنے

سحر بیتا پوری

نام: عبدالسیح بخش سحر پیدائش: ۱۹۷۷ء بیتا پور، تعلیم: انٹرمیڈیٹ
مدت شاعری: دس سال، شغل: ریڈیو ملک

غزل

گوئی کشتہ ہر رسم کہن آج بھی ہے
زندگی عذاب دار و رسن آج بھی ہے
تم بنو آج بادل تو پھر رشک ارم ہو جائے
آرزوؤں سے تو دل رشک چین آن بھی ہو
سنا غروب ہو دے بھی تو کیا فرق ہوا
ہر سنت جام میں صہیب ہے کہن آج بھی ہے
یہ الگ بات ہے دشوار ہے جینا اپنا
درد دل میں مرے جینے کی لگن آج بھی ہو
آرزوؤں کا لہو آج بھی اریاں ہے سحر
دل ناکام امیدوں کا وطن آج بھی ہے

کیف لکھنوی

نام۔ محمد اسحاق تخلص۔ کیف۔ سنہ پیدائش ۱۹۲۲ء لکھنؤ۔ تلمذ حضرت
سراج لکھنوی۔

غزل کا

یہ شہر کی ترنم سہری غزلوں کا نمونہ
ہو نہ ہو آپ نے بکھرے ہیں اپنے گیسو
کہہ شبنم سے کذب اشک بہا نام ہے فضول
اے غم دوست ابھی دامن غم نہ چھوڑی تو میں
تیری سانسوں کی مہک لائیں امانت رکھ لوں
آپ کو پائے مسرت تو ہوئی ہے لیکن
کوئی سمجھا نہیں شہر غم و ہمدردی
دامن وقت پہ چھکا کئے میرے آنسو

کارواںِ زبیت کہا اے کیف تب یوں مجھ فرام
جیسے چلتا ہے کسی شورشِ فطرت کا باد و

اعجاز لکھنوی

نام۔ اعجاز الحسن، تخلص اعجاز۔ پیدائش اگست ۱۹۲۲ء لکھنؤ تعلیم بالی اسکول
تلمذ تربیت اپنے والد معظم حضرت سراج لکھنوی سے صاف کی بلکہ روڈیز میں ملازم رہا۔

مشعل

سب سے	سب سے
چپا کھنکھن دل ہوا	چپا کھنکھن دل ہوا
یوں تو ہم مٹاؤں تھو	یوں تو ہم مٹاؤں تھو
میں عجب حسن کی تابشیں	میں عجب حسن کی تابشیں
رنگ بخت ہو نہ مہربان	رنگ بخت ہو نہ مہربان
چند دن کی خوشی کے لئے	چند دن کی خوشی کے لئے
اشک غم میں ترا نور ہے	اشک غم میں ترا نور ہے

تھکا کر م ان کے اعجاز کا
غم میں بھی ہم غزل تو اے ہے

اتمد میر بھی

نام۔ محمد احمد نقیض احمد سند بدائش ۱۳۳۳ھ میرٹھ۔ نعیم انور بیٹ
 محمد جلیل میر بھی۔

۱۳۳۳

جب وقت بدلتا ہے بدلتا ہے اثر بھی
 آنسوؤں سے نمایاں ہے محبت کا اثر بھی
 تو علم کے اندھیروں سے نہ گھبراؤں یاؤں
 میں ہوں تو گمشدہ ہوں لیکن
 ہر شکر کہ جزایات محبت کے علاوہ
 اس وقت چلی پر سبش احوال کو دنیا
 جس وقت مجھے رہ نہ سکی اپنی خبر بھی

اُس دل کی ضرورت ہے رہ عشق میں احمد
 آشفۃ قلبیت بھی ہو اور خاک بسر بھی

سلمان عباسی

نام۔ محمد سلمان تخلص سلمان۔ سنہ پیدائش ۱۹۵۷ء گڑھی بھلوان بارہ بنکی۔
تعلیم ادیب کامل۔ دبیر کامل۔ مسلم لیگ آف پاکستان۔ مدت شاعری دس سال۔
تکذیباً صائم سبب پوری۔

غزل

درد کم ہو گیا سوانہ ہوا	خیر گزری کہ حسا دانا ہوا
آرزوئیں بھل گئیں دل میں	ذکر گشتیں ہیں جب ترانہ ہوا
دل بھی وہ گیا بود و بود ہو	زخم ہی کیا جو اردو اسے ہوا
اس محبت مرشد اس دنیا میں	کوئی کہی محسوس و فسانہ ہوا
موت نے آگے رہنمائی کی	زندگی سے تو حق ادا نہ ہوا
میت اس دوستوں کی دنیا میں	کوئی بھی درد آشنا نہ ہوا

معارف کے خبا تصور میان

دل سے سجدہ کوئی ادا نہ ہوا